﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾
(الاعراف: ۳/۷)

دعوت قرآن وحدیث

منہج اہل حدیث اور تحریک اہل حدیث کا مختصر تاریخی جائزہ

تالیف
حافظ جلال الدین قاسمی
فاضل دارالعلوم دیوبند، ایم اے میسور یونیورسٹی (انڈیا)

تخریج وتحقیق
ابن بشیر محمد ہوشیار پوری

ابتدائیہ، نظر ثانی اور تعلیقات
ابن الحسن امرتسری

مکتبۃ الافکار

مکتبۃ الافکار

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ﴾

(الاعراف : ۳/۷)

دعوتِ قرآن وحدیث

منہج اہل حدیث اور تحریک اہل حدیث کا مختصر تاریخی جائزہ

تالیف

حافظ جلال الدین قاسمی

فاضل دارالعلوم دیوبند، ایم اے میسور یونیورسٹی (انڈیا)

تخریج وتحقیق

ابن شیر محمد ہوشیار پوری

ابتدائیہ، نظر ثانی اور تعلیقات

ابن الحسن امرتسری

مکتبۃ الافکار

نامِ کتاب	:	**دعوتِ قرآن وحدیث**
مؤلف	:	حافظ جلال الدین قاسمی (مالیگاؤں، انڈیا)
تخریج وتحقیق	:	ابن شیر محمد ہوشیار پوری
ابتدائیہ، نظر ثانی اور تعلیقات	:	ابن الحسن امرتسری
ضخامت	:	۵۶ صفحات
اشاعت (اول)	:	اگست ۲۰۱۵ء
ناشر	:	**مکتبۃ الافکار** اُتر پردیش، انڈیا

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 37232369 - 042-37244973

بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 2641204 - 041-2631204

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com www.facebook.com/maktabaislamiapk

فہرست

ابتدائیہ

جب سے قرآن وحدیث کے نزول کا آغاز ہوا اسی وقت سے قرآن وحدیث کی طرف دعوت دینے کا سلسلہ شروع ہوگیا، نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے عہد میں یہ خالص دعوت عروج پر تھی۔ منہج کتاب وسنت میں رخنہ ڈالنے کی جو کوششیں کی گئیں ان کو ہر دور میں بے نقاب کیا جاتا رہا۔ نیز اس دعوت کا دائرہ کار وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اس دعوت نے خیر القرون میں ہی برصغیر پاک وہند کے دروازے پر دستک دی۔ اس دعوت کے انداز ہر زمانے میں متنوع رہے۔ اس دعوت کے حاملین کو اہل السنۃ، اصحاب الحدیث، اہل الحدیث، اصحاب الاٰثار، اثری، محمدی، سلفی وغیرہ مختلف وصفی ناموں سے جانا گیا۔ ان کا نام کوئی بھی ہو منہج سب کا ایک ہے اور وہ ہے دعوت قرآن وسنت۔ پروفیسر عبد القیوم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مروجہ اصطلاح اہل حدیث سے مراد اہل السنت والجماعت مسلمانوں کا وہ گروہ ہے جو قرآن مجید کے ساتھ حدیث وسنت کو اسلامی شریعت کا حقیقی سرچشمہ قرار دیتا ہے اور وہ دین وشریعت کے معاملات میں تقلید شخصی کا قائل نہیں۔ اس کے نزدیک اسلام کے اولین دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کا یہی مسلک تھا۔ قرون اولیٰ میں اہل حدیث کی اصطلاح محدثین کے لیے مستعمل تھی، لیکن کتب حدیث وفقہ اور تاریخ وسیر میں اہل حدیث کا لقب عاملین بالحدیث والسنۃ کے لیے ہر دور میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ حدیث کی روایت وحفاظت، ترویج واشاعت اور اتباع سنت ہمیشہ اہل حدیث کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ انہیں ''وہابی'' کہنا علمی اور تاریخی لحاظ سے غلط ہے، کیونکہ وہابی شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے ہم مسلک اہل نجد کو کہا جاتا ہے اور وہ حضرات امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلد ہیں، مگر اہل حدیث تقلید شخصی کے قائل ہی نہیں۔''
مزید آگے چل کر لکھتے ہیں: ''پہلی صدی میں اس تحریک کا مقصد تعمیل وترویج سنت

نبوی تھا۔ دوسری اور تیسری صدی میں یہ تحریک فقہی اور علمی صورت اختیار کرگئی اور اہل حدیث اور اہل رائے دو مستقل فقہی گروہ بن گئے۔ اگرچہ دونوں مسلک اہل سنت کہلاتے تھے،لیکن دونوں میں نظری اور عملی اعتبار سے بُعد پیدا ہو چکا تھا۔مسلک اہل حدیث نے ترویج حدیث اور عمل بالسنۃ کے لیے ہر جگہ اور ہر دور میں بڑی سرگرمی کا اظہار کیا۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی تحریک اہل حدیث ابتدائے عہد سے موجود رہی۔ المقدسی (م ۳۷۵ھ) نے اقلیم سندھ کی اکثریت کو مسلک اصحاب الحدیث کا پابند بتایا ہے۔ (احسن التقاسیم،ص ۷۹، ۹۴) ابن حزم (م ۴۵۶ھ / ۱۰۶۴) کے نزدیک بھی اس علاقے میں طالبانِ قرآن وسنت کی کثرت تھی جنہیں وہ ظاہری کے لقب سے یاد کرتا ہے۔مغلوں کے آخری دور میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) اور ان کے خاندان نے تحریک درس وفروغ حدیث کو بڑی تقویت پہنچائی۔ان کے بعد تعلیمی وتدریسی خدمات کے ساتھ اور نظری اعتبار سے سیّدنذیرحسین مرحوم معروف بہ شیخ الکل حضرت میاں صاحب (م ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء) نے اہل حدیث مسلک کو بڑا رواج دیا۔ پھر ان کے سیکڑوں تلامذہ نے یہ تحریک ملک کے گوشے گوشے میں پہنچادی۔انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر اور بیسویں کے ربع اول میں عالم اسلامی کے اندر حدیث دان علما بہت کم نظر آتے تھے۔''[1]

متحدہ ہندوستان میں جب مختلف تحاریک نے جنم لیا تو اس نظریے کے حاملین کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا گیا جو مختلف جماعتوں اور تنظیموں میں شامل ہوکر انفرادی طور پر دعوت دین کا کام کررہے تھے۔ یکم دسمبر ۱۹۰۶ء میں اس نظریے کے حاملین کو منظم کیا گیا تو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے پہلے صدر عظیم محدث حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ ، ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ اور ناظم مالیات حافظ حمید اللہ دہلوی رحمہ اللہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۰ء میں انجمن اہل حدیث بنگال وآسام کا قیام عمل میں لایا گیا۔متحدہ ہند میں ۱۰ دسمبر ۱۹۳۳ء (۲۱ شعبان

[1] مقالاتِ پروفیسرعبدالقیوم،ص:۲۲۹۔۲۳۱۔

۱۳۵۲ھ) میں آل انڈیا اہل حدیث کے دوسرے اجلاس میں ابوالقاسم سیف بنارسی کو صدر(امیر)، جناب ایم کے احمد سعید بنارسی کو ناظم اور تاج کمپنی آف بنارس کو خازن بنایا گیا۔ تقسیم ہند ۱۹۴۷ء کے بعد اہل حدیث کی دو تنظیمیں قائم کی گئیں، ایک جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے نام سے مغربی پاکستان (موجودہ پاکستان) میں جس کے پہلے صدر (امیر) سیّد محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ (م ۱۹۶۳ء)، ناظم اعلیٰ پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ (م: ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء) جبکہ ناظم مالیات میاں عبدالحمید مالواڈہ رحمہ اللہ مقرر ہوئے۔ دوسری تنظیم مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں قائم کی گئی، جس کا نام جمعیت اہل حدیث مشرقی پاکستان تھا۔ جس کے امیر مولانا عبداللہ الکافی رحمہ اللہ (م ۱۹۶۰ء) تھے۔ تقسیم ہند سے قبل اس تنظیم کا نام 'کل بنگال وآسام جمعیت اہل حدیث تھا'

زیرنظر کتابچے میں مدلل ثابت کیا گیا ہے کہ اہل حدیث ہر دور میں موجود رہے ہیں، یہ کوئی نیا فرقہ نہیں۔

حافظ جلال الدین قاسمی حفظہ اللہ کی اس تالیف کو تخریج وتحقیق کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ ابن شیر محمد ہوشیار پوری حفظہ اللہ نے اس میں کئی اضافے بھی کیے ہیں۔ وحی کی پیروی کے بارے میں آیات کا اضافہ، تعلیقات اور ابتدائیہ راقم الحروف کی طرف سے ہے۔ اس اشاعت کے لیے حافظ جلال الدین القاسمی حفظہ اللہ نے نیا مقدمہ بھی تحریر کر دیا ہے۔ جبکہ تالیف کے آخر میں سواد اعظم کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی ایک وضاحت، اہل حدیث کے تاریخی تسلسل کے بارے میں مفتی حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ کی تحقیق اور استاذ المناظرین مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ (م: ۱۹۷۳ء) کی اہل حدیث کے منہج وقدامت کے بارے میں ایک تحریر شامل کر دی گئی ہے، جس سے کتاب کی جامعیت اور افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام جلیل القدر علمائے کرام، جملہ معاونین، راقم الحروف اور ناشر کو جزائے خیر عطا کرے۔

ابن الحسن امرتسری
یکم شوال (عیدالفطر)
۱۴۳۶ھ

مقدمہ

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على رسوله محمد وأله واصحابه اجمعين امابعد.

المنهج مشتق من نهج ينهج نهجا اى هو الطريق البيّن والواضح ويطلق على الطريق المستقيم والمنهج والنهج والمنهاج بمعنى واحد وفى التنزيل قوله تعالٰى ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ وفسره ابن عباس بسبيل سنة وقال لم يمت رسول اللهﷺ حتى تركٓكم على طريق ناهج اى واضحة بينة. [1]

''منہج یہ نهج ينهج نهجا سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے صاف اور واضح راستہ، اور منہج سیدھے راستے کے لیے بھی بولا جاتا ہے نیز منهج، نهج اور منهاج سب کا معنی ایک ہی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ (المائدة: ٤٨/٥)

''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک دستور اور راہ مقرر کردی ہے۔''

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر سبيل السنة (سنت کا راستہ) سے کی ہے اور فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے ملے اس حال میں کہ تمہیں آپ نے طریق ناهج یعنی واضح اور کھلے راستے پر چھوڑا۔''

منہج کا اصطلاحی معنی ومفہوم

المنهج فى الاصطلاح هو الطريق المودى الى التعرف

[1] معجم مقاييس اللغة لابن فارس.

على الحقيقة فى العلوم بواسطة طائفة من القواعد العامة والتى تهيمن على سير العقل وتحدد عملياته حتى يصل الى نتيجة معلوماته.[1]

''اصطلاح میں منہج اس راستے کو کہتے ہیں جس سے علوم میں حقیقت کی معرفت حاصل ہوجائے عام قواعد کے ایک گروپ کے واسطے سے، اور جو عقل کی چال پر قابو رکھے اور اس کی کارروائیوں کو آزاد نہ چھوڑے یہاں تک کہ وہ اپنی معلومات کے نتیجے پر پہنچ جائے۔''

اسی طرح اتباع فعل سے متعلق ہے اور اطاعت امر سے یعنی اتباع فعل میں موافقت کرنے کو کہتے ہیں اور اطاعت حکم بجالانے کو کہتے ہیں ہیں، یہ فرق اس وقت ہے جب دونوں ایک ساتھ ذکر کیے گئے ہوں ورنہ ہر ایک دوسرے میں شامل ہوگا۔

کتاب سے مراد قرآن مجید اور سنت سے مراد نبی اکرم ﷺ کے اعمال ہیں جن کے جاننے کا واحد ذریعہ احادیث نبویہ ہی ہیں۔ جو لوگ حدیث اور سنت میں فرق کرتے ہیں وہ عقلی دیوالیہ پن کا شکار ہیں کہ مظروف کو بغیر ظرف کے دکھانے کے دعویدار ہیں۔

انسانوں پر اللہ کی لاتعد ولاتحصی (بے شمار) نعمتوں میں سے سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت نعمتِ ہدایت ہے۔ اللہ کی طرف سے انسانوں کو یہ نعمت ہمیشہ دو ہی ذرائع سے پہنچی ہے: (۱) کتاب (۲) نبی۔ کتاب اور نبی دونوں لازم وملزوم ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ کتاب کو اگر نبی سے الگ کرلیا جائے تو کتاب کی مثال اس کشتی کی سی ہوجائے گی جس کا کوئی ناخدا نہ ہو، اور نبی کو کتاب سے الگ کرلیا جائے تو انسان اللہ تعالیٰ کا راستہ پانے کی بجائے ناخدا ہی کو خدا سمجھ بیٹھے گا۔ عقل انسانی نے بے شمار راستے ایجاد کیے۔ مگر سیدھے راستے کا صحیح پتہ نبی ہی آکر بتاتا ہے وہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک جانے والا راستہ وہ صراط مستقیم ہے جو انبیاء کے در سے شروع ہوکر اللہ تعالیٰ تک جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ﴾ (النحل: ۹/۱۶)

---

[1] معجم مقاييس اللغة لابن فارس.

''اللہ کے ذمے سیدھا راستہ بتانا ہے جبکہ ٹیڑھے راستے بھی ہیں۔''

یہ وہی راستے ہیں جو عقول انسانیہ نے ایجاد کیے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ﴿۴﴾﴾ (يٰسٓ : ٣٦ / ١ ـ ٤)

''یٰسٓ۔ اس حکمت سے بھرے ہوئے قرآن کی قسم! بلاشبہ آپ یقینا بھیجے ہوئے لوگوں (رسولوں) میں سے ہیں۔ سیدھی راہ پر ہیں۔''

تمام انبیاء کا راستہ صراط مستقیم تھا اور وہ لوگوں کو اسی راستے کی طرف دعوت دیتے تھے، ہر دور کی طرح آج اس دور میں بھی نعمتِ ہدایت حاصل کرنے کے دو ہی ذرائع یعنی کتاب وسنت ہیں۔

اور اہل بصیرت فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آج پوری دنیا میں کتاب وسنت کی اس امانت کو اہل حدیث ہی سینے سے لگائے ہوئے ہیں، جماعت اہل حدیث کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ تمام ابتلاءات سے بے نیاز ہو کر حق کی حمایت کرتی ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں کتاب وسنت ہی کو پیش نظر رکھتی ہے اور جس بات کو کتاب وسنت کی روشنی میں حق یا ناحق سمجھتی ہے برملا اس کا اظہار کرنے میں کسی لومۃ لائم کی پروا نہیں کرتی۔ جبکہ دوسرے اکثر لوگ اپنے متعین پیشواؤں کو خوش کرنے میں اور ان کا دفاع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر سلف کا طریقہ یہ تھا کہ تحکیم کتاب وسنت کی ہو۔ شخصیت پرستی اتحاد کے بجائے انتشار وافتراق کو جنم دیتی ہے لہٰذا اتحاد کے لیے کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے مگر منہج کی خرابی کی وجہ سے نقل کی جگہ عقل اور فہم سلف کی جگہ فہم اکابر کو دین سمجھا جانے لگا، پھر فہم اکابر کو اسلامیانے کی کوششیں شروع ہوئیں اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور اب تو تقلید ائمہ کو فرض وواجب ثابت کرنے کے لیے ایسی ایسی تاویلات بلکہ تحریفات ہونے لگی ہیں کہ جنہیں دیکھ کر شرافت اپنا سر پیٹ لے اور دیانت سربگریباں ہو جائے۔ شاید انھیں یہ خوف لاحق ہے کہ کتاب وسنت کی نور افشاں کرنوں کے سامنے ان کے خود ساختہ منہج کے ٹمٹماتے دیے بے نور نہ ہو جائیں۔ نیز کتاب وسنت کو اپنا منہج بنانے والوں کو گمراہ اور بدعقیدہ قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ کتاب وسنت سے تمسک اختیار کرنے والے ہی صراط مستقیم پر ہوتے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ ﷺ. ❶

''لوگو! یقیناً میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے: اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔''

اس میں یہ بات صاف طور پر کہہ دی گئی ہے کہ گمراہی ان دونوں کو منہج نہ بنانے میں ہے۔ گمراہی کتاب وسنت سے پہلے ہے ان کے بعد نہیں اور ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں غور کیا جائے تو اس میں اہل حدیث کا ماضی، حال اور مستقبل سب بیان کر دیا گیا ہے اور ان کے برسر حق اور منصور ومظفر ہونے کا مژدۂ جانفزا بھی سنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور ان کی مدد کی جاتی رہے گی، ان کی مخالفت کرنے والے انہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے (ان کی آواز نہیں دبا سکیں گے) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے گا۔ ❷

زیر نظر کتابچہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ہدایت وسعادت اتباعِ کتاب وسنت ہی میں منحصر ہے نیز سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے والوں کے دام فریب سے بچایا جائے اور ان کی دھوکہ بازیوں کو طشت از بام کر دیا جائے جو آفتاب عالم تاب کو چھوڑ کر ان ستاروں کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہیں جن کا نور آفتاب عالم تاب کے سامنے لاشی ء ہے۔

حافظ جلال الدین القاسمی

مالیگاؤں (انڈیا)

۲۵ ویں شب رمضان المبارک

۱۴۳۶ھ

---

❶ المستدرك على الصحيحين، كتاب العلم ۹۳/۱، صححه الحاكم ووافقه الذهبي۔ حسنه الشيخ الالباني: سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۳۶۱/٤.

❷ صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب قوله ﷺ: لا تزل طائفة..... حديث : ۱۹۲۰، سنن ابن ماجة، كتاب السنة، باب اتباع سنة رسول الله ﷺ، حديث: ۱۰.

منہج اتباعِ کتاب وسنت

اہل حدیث مروجہ مذہبوں کی طرح کوئی مذہب نہیں، نہ مختلف فرقوں کی طرح کوئی فرقہ ہے۔ بلکہ اہل حدیث ایک جماعت اور تحریک کا نام ہے اور وہ تحریک ہے زندگی کے ہر شعبے میں قرآن وحدیث کے مطابق عمل کرنا اور دوسروں کو ان دونوں پر عمل کرنے کی ترغیب دلانا یا یوں کہہ لیجیے کہ اہل حدیث کا نصب العین کتاب وسنت کی دعوت اور اہل حدیث کا منشور قرآن وحدیث ہے۔

اہل حدیث کا دستور

اہل حدیث کے دو اصول

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ [1]

کیونکہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو وحی کی پیروی کا حکم دیا اور اسی کی پیروی کا اعلان آپ کرتے رہے:

﴿ اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ ﴾ (الانعام : ١٠٦/٦)

''اس کی پیروی کیجیے جو آپ کے رب کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وحی کی گئی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

﴿ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۠ ﴾ (الانعام : ٥٠/٦)

[1] النساء : ٤ / ٥٩؛ النور: ٥٤/٤٢، التغابن : ١٢/٦٤.

’’کہہ دیجیے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ دیجیے! کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔‘‘

﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝﴾ (الاعراف : ۲۰۳/۷)

’’کہہ دیجیے میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے سمجھ کی باتیں ہیں اور ان لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَاۤ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۝﴾

(یونس : ۱۵/۱۰)

’’اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کوئی قرآن اس کے سوا لے آ، یا اسے بدل دے۔ کہہ دیجیے! میرے لیے ممکن نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اسی کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، بے شک میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔‘‘

﴿وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ۝﴾

(یونس : ۱۰۹/۱۰)

’’اور اس کی پیروی کیجیے جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کیجیے، یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کرے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔‘‘

﴿ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴾
(الاحزاب : ۲/۳۳)

''اور اس کی پیروی کیجیے جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے۔''

﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ (الاحقاف : ۹/٤٦)

''کہہ دیجیے: میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ (یہ کہ) تمھارے ساتھ کیا کیا جائے گا، میں تو بس اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اور میں تو بس واضح ڈرانے والا ہوں۔''

اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے پیروکاروں کو بھی حکم فرمایا:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف : ۳/۷)

''اس کے پیچھے چلو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

جو لوگ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ کی پیروی نہیں کرتے ان کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُھُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَـيْــــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾

(البقرۃ : ۱۷۰/۲)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔''

ایک اور مقام پر یوں فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝﴾ (لقمٰن : ٢١/٣١)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اور کیا اگر چہ شیطان انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو؟''

جن لوگوں نے مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے مقابلے میں دیگر امور اور شخصیات کی پیروی کی، ان سے وہ لوگ آخرت میں اعلان براءت کر دیں گے جن کی وحی کے مقابلے میں پیروی ہوتی رہی، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ﴾

(البقرة : ١٦٦/٢۔١٦٧)

''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے کاش! ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں، جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ اس طرح اللہ انھیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا۔''

مذکورہ بالا اور اس معنی ومفہوم کی بہت سی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ احکام کی پیروی کرنا چاہیے اور غیر اللہ کی باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہیے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ چیز کیا ہے؟

اس کے جواب میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ (النساء : ٤/١١٣)

''اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے۔''

یہاں یہ بھی سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کتاب سے مراد کیا ہے؟

اس کی تفسیر میں امام شافعی، طبری، ابن قیم، ابن کثیر اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ [1]

اس کے علاوہ ایک مشہور تابعی حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جس طرح قرآن لے کر نازل ہوتے تھے اسی طرح سنت لے کر بھی اترتے تھے اور آپ کو حدیث کی تعلیم اس طرح دیتے تھے جس طرح قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ [2]

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَ لَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ [3]

''جان لو کہ مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اسی کے مانند ایک چیز دی گئی ہے۔''

---

[1] دیکھیے: الرسالة، ص : ١١؛ جامع البيان : ٢٣٦/٩؛ الروح، ص : ٩٦؛ تفسير القرأن العظيم : ٢٤١/٢۔

[2] الكفاية فى علم الرواية، ص : ١٤۔

[3] ابوداؤد، كتاب السنة، باب فى لزوم السنة، رقم : ٤٦٠٤۔

مذکورہ بالا حدیث اور علمائے کرام کی تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن و حدیث دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔

اہل حدیث کا معنی

اہل حدیث دولفظوں سے مل کر بنا ہے۔ایک ہے اہل اور دوسرا ہے حدیث۔اہل کا معنی ہے والا، جیسے کہا جاتا ہے: اہل علاقہ (علاقے والے) اہل محلہ (محلے والے) ؎

میرا نالہ نہ کسی اہل محلہ نے سنا
ناتوانی سے رہی گھر ہی میں گھر کی آواز

اور حدیث سے مراد ہے قرآن و حدیث۔ اس لیے اہل حدیث کا معنی ہوا: قرآن و حدیث والے۔

لفظ حدیث کا معنی قرآن بھی ہے اور حدیث بھی۔حدیث کا لفظ دونوں کو شامل ہے۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن کو حدیث کہا ہے، فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾ ﴾

(الزمر : ۲۳/۳۹)

"اللہ نے سب سے اچھی حدیث (بات) نازل کی یعنی ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے (ایسی آیات) جو بار بار دہرائی جانے والی ہیں۔اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہوجاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کردے تو اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں ہے۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو حدیث کہا ہے۔ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝﴾ (الكهف : ٦/١٨)

''اگر یہ لوگ اس حدیث (قرآن) پر ایمان نہ لائے تو لگتا ہے کہ آپ فرطِ غم میں ان کے پیچھے جان دے دیں گے۔''

یہاں بھی قرآن کو حدیث کہا گیا ہے، اسی طرح اور کئی مقامات ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی قرآن کو حدیث کہا ہے جیسے ہر خطبے میں آپ ﷺ فرماتے تھے:

فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ [1]

''سب سے بہتر حدیث اللہ کی کتاب ہے۔''

اللہ کے کلام کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے قول وفعل کو بھی حدیث کہا گیا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے:

﴿وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ﴾ (التحريم : ٣/٦٦)

''اور جب نبی نے اپنی بعض بیویوں سے ایک حدیث (بات) پوشیدہ رکھی۔''

یہاں اس آیت میں حدیث سے مراد رسول کریم ﷺ کی بات ہے۔

خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان کو حدیث کہا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

نَضَّرَ اللهُ اِمْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ وَ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ [2]

---

[1] مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، رقم : ٨٦٧۔

[2] ابوداؤد، كتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حديث : ٣٦٦٠؛ ترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فى الحث على تبليغ السماع، حديث : ٢٦٥٦؛ ابن ماجة، حديث : ٤١٠٥، صحيح ابن حبان، ح : ٧٢، ٧٣۔

''اللہ اس شخص کو تر و تازہ اور خوش وخرم رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، پھر اسے حفظ کیا اور یاد رکھا تاکہ اسے پہنچائے، بہت سے علم وفقہ کے حامل اپنے سے بڑھ کر زیادہ دانا اور فقیہ لوگوں کو پہنچاتے ہیں، اور بہت سے علم وفقہ کے حامل ایسے ہوتے ہیں جو درحقیقت دانا اور فقیہ نہیں ہوتے۔''

یہاں نبی کریم ﷺ اپنی بات کو حدیث کہہ رہے ہیں تو ثابت ہوا کہ قرآن اور حدیث دونوں حدیث ہیں تو اہل الحدیث کا معنی یہ ہوا: قرآن اور حدیث والے۔ یعنی وہ لوگ جن کی نسبت قرآن و حدیث کی طرف ہے اور جن کے پاس سے آپ قرآن اور حدیث ہی پائیں گے۔

اہل سنت نام کی ضرورت

نبی کریم ﷺ کی رحلت کے چھبیس سال کے بعد ۳۷ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بمقام صفین جنگ ہوگئی، اس جنگ میں جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج ہارنے لگی تو انہوں نے قرآن کریم کو نیزوں پر اٹھالیا اور قرآنی فیصلوں کے مطابق جنگ بندی کی تجویز پیش کی، اس تجویز کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبول کرلیا اور صلح کے ذریعے لڑائی ختم ہوگئی۔ اس جنگ سے بیزار ہوکر حامیانِ علی رضی اللہ عنہ کے بارہ سو افراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت ترک کرکے جماعت سے نکل گئے۔ یہ لوگ خارجی کہلائے۔ ان لوگوں نے قرآن کو ماننے کے ساتھ ساتھ حدیثیں گھڑنا شروع کردیں۔ اس لیے ان لوگوں کو مسلمان نام کے ساتھ ساتھ اہل بدعت کا لقب بھی دے دیا گیا اور جو لوگ قرآن ماننے کے ساتھ ساتھ سنت کو مانتے رہے ان کا لقب اہلِ سنت پڑ گیا۔

جیسا کہ مشہور تابعی محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ السُّنَّةِ فَيُوْخَذُ حَدِيْثُهُمْ وَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ الْبِدْعَةِ فَلَا يُوْخَذُ حَدِيْثُهُمْ [1]

[1] مقدمة صحيح مسلم، رقم: ٢٧.

''اہلِ سنت کو دیکھ کران کی حدیثیں قبول کی جاتی تھیں اور اہلِ بدعت کو دیکھ کران کی حدیثیں قبول نہیں کی جاتی تھیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ ثقہ ثبت محدث زائدہ بن قدامہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَكَانَ زَائِدَةُ لَا يُحَدِّثُ اِلَّا اَهْلَ السُّنَّةِ اِقْتَدَاءً بِالسَّلَفِ [1]

''اور زائدہ سلف کی اقتداء کرتے ہوئے صرف اہل سنت کو حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔''

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَهْلُ السُّنَّةِ لَا اسْمَ لَهُمْ اِلَّا اسْمٌ وَاحِدٌ وَهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ [2]

''یعنی اہلِ سنت کا ایک ہی نام ہے اور وہ ہے اہلِ حدیث۔''

پیر صاحب کی اس تشریح سے پتہ چلا کہ اہلِ سنت کا دوسرا نام صرف اور صرف اہلِ حدیث ہے اور دوسرا کوئی نام نہیں۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصحاب السنن اہل حدیث ہیں۔ [3]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

اِذَا فَسَدَ اَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيْكُمْ، لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِىْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ [4]

''جب شامی لوگ فساد کریں گے اس وقت تم میں کچھ بھی بھلائی نہیں رہے گی۔

---

[1] جزء رفع اليدين، ص : ٤٧.

[2] غنية الطالبين، ص ٧١٠، مطبوعه کراچی.

[3] شعرانی، میزان کبرٰی، ص : ٤٦، ج : ١۔

[4] ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی الشام، رقم : ٢١٩٢.

میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی کسی کی مخالفت اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔''

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ جماعت اہل حدیث ہے۔

امام شافعی (محمد بن ادریس) رحمہ اللہ کا مسلک

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل حدیث ہر زمانے میں موجود رہیں گے مانند صحابہ کے، اور فرماتے تھے کہ جب میں اہل حدیث کو دیکھتا ہوں تو گویا اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں۔ [1]

امام مالک (بن انس) رحمہ اللہ کا مسلک

امام قعنبی کہتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ موت کے وقت رونے لگے، میں نے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہ روؤں۔ میں نے بہت سے فتوے اپنی رائے سے دے دیے، کاش! میں ایسا نہ کرتا، آج مجھے اس کا رنج ہے، میں پسند کرتا ہوں کہ ہر اُس فتوے کے بدلے جو میں نے اپنی رائے سے دیا ایک ایک کوڑا مار کھا کر چھوٹ جاؤں۔ [2]

حضرت امام مالک رحمہ اللہ یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ رائے وقیاس کوئی اچھی چیز نہیں، اصل چیز قرآن وحدیث ہے۔ اسی پر لوگوں کا عمل ہونا چاہیے اور ان دونوں پر عمل کرنے والے اہلِ حدیث نہ کہے جائیں تو اور کیا کہے جائیں؟

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ

---

[1] حلية الاولياء : ٢٤٩/٧.

[2] جزوة المقتبس ١٢٤/١؛ ابن خلكان : ١١/٢.

حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ [1]

''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا جو لوگ ان کو رسوا کرنا چاہیں گے انہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانۂ مبارک سے لے کر قیامت تک ایک جماعت حق پر قائم رہے گی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی جماعت ہے؟ امام حاکم نے علوم الحدیث میں صحیح سند سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ امام موصوف فرماتے ہیں کہ اگر اس حدیث لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ ...... سے مراد اہل حدیث نہیں تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟ [2]

امام بخاری رحمہ اللہ اس طائفہ منصورہ کے بارے میں فرماتے ہیں: یعنی اهل الحدیث کہ اس سے مراد اہل حدیث ہیں۔ [3]

ابوعبداللہ محمد بن مفلح المقدسی فرماتے ہیں:

اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمُ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ الْقَائِمُوْنَ عَلَى الْحَقِّ [4]

''اہل حدیث ہی نجات پانے والا گروہ ہے جو حق پر قائم ہیں۔''

ائمہ اربعہ کے تقلیدی مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے وجود میں آنے سے پہلے جمہور مسلمانوں کا جو عقیدہ و نظریہ تھا اسی کی پیروی کرنی چاہیے، وہ قرآن و حدیث سے ہی شرعی احکام اخذ کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابتدائی چار صدیوں میں کسی متعین

---

[1] ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی الشام، رقم: ٢١٩٢.

[2] معرفة علوم الحديث، رقم: ٢.

[3] الحجة فی بیان المحجة ٢٣٧/١ تحت رقم: ٩٨.

[4] الأداب الشرعية: ٢٦٦/١.

مذہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ) کی پیروی نہیں کی جاتی تھی۔ ❶

امام ابوبکر بن عیاش کا ارشاد

وَكَانَ اَبُوْبَكْرِ بْنِ عَيَاشٍ يَقُوْلُ اَهْلُ الْحَدِيْثِ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ ❷

''ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ اہل حدیث ہر زمانے میں موجود رہیں گے۔''

بڑے پیر کا ارشاد

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ الغنیۃ لطالبی طریق الحق میں فرماتے ہیں کہ بدعتیوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کی بدگوئیاں کرتے ہیں۔

پیر صاحب لکھتے ہیں:

''یاد رکھو اہل بدعت کی کچھ مخصوص نشانیاں اور علامات ہیں جن سے وہ پہچان لیے جاتے ہیں مثلاً اہل بدعت اہل الحدیث پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، زنادقہ اہل حدیث کو حشویہ (جھوٹا) کہہ کر احادیث کو باطل کرنا چاہتے ہیں، قدریہ اہل حدیث کو جبریہ کہنے کی کوشش کرتے ہیں، جہمیہ اہل حدیث کو مشبہہ کہتے ہیں، رافضی اہل حدیث کو ناصبی نام سے پکاریں گے۔ یہ لوگ اہل حدیث کو یہ القاب اس لیے دیتے ہیں کہ انہیں حدیث پر عمل کرنے والوں سے تعصب، نفرت اور عداوت ہے حالانکہ ان کا لقب صرف اور صرف اہل حدیث ہے، اہل بدعت کے نامزد کردہ القابات ان پر کسی بھی طرح چسپاں نہیں ہوتے جس طرح کفار مکہ کے القاب ساحر، شاعر، مجنون، کاہن، پاگل (وغیرہ) نبی کریم ﷺ پر صادق نہیں آتے کیونکہ آپ ﷺ کا لقب اللہ کے نزدیک، فرشتوں، انسانوں، جنوں اور تمام مخلوقات کے نزدیک رسول اور نبی ہے۔ آپ کفار کے نامزد کیے ہوئے تمام

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: حجۃ اللہ البالغ، المبحث السابع، نیز دیکھئے ہماری کتاب تقلید کی شرعی حیثیت۔

❷ میزان شعرانی، ۱/۴۸۔

القابات سے مبرا تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ أُنظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴾(بنی اسراء یل: ۱۷/۴۸)

''دیکھئے تو! مشرک کیسی کیسی آپ کی شان مقدس کی مثالیں دیتے ہیں اور راہ حق سے بھٹک چکے ہیں، اب سیدھی راہ پر آنے کی ان میں کوئی صلاحیت نہیں۔'' [1]

پڑھ لیا آپ نے شاہ جیلان کی زبان سے کہ بدعتی لوگ اہل حدیث کے لیے برے برے القاب گھڑتے ہیں۔ آج بھی از راہِ بغض وحسد کبھی ان کو وہابی نجدی کہا جاتا ہے اور کبھی لامذہب کہا جاتا ہے، کبھی چوبیس نمبر کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

امام حاکم نے بسند صحیح امام احمد بن سنان الواسطی کا قول بیان کیا ہے کہ:

ليس فى الدنيا مبتدع الا وهو يبغض اهل الحديث [2]

''دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں جو اہل حدیث سے بغض نہ رکھتا ہو۔''

امام احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ اس شخص کو بدعتی بتلا رہے ہیں جو اہل حدیث سے بغض اور نفرت کرتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے فرزند امام ابوبکر رحمہ اللہ نصیحت فرماتے ہیں:

ولا تك من قوم تلهو بدينهم فتطعن فى اهل الحديث وتقدح [3]

''اور تو ان لوگوں میں سے مت ہونا جو اپنے دین سے کھیلتے ہیں ورنہ تو اہل حدیث پر طعن وتشنیع کرنے لگ جائے گا۔''

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اپنے مشہور قصیدہ نونیہ میں فرماتے ہیں:

---

1. غنية الطالبين، ص: ۲۰۵، نعمانی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور۔
2. معرفة علوم الحديث، رقم: ٦.
3. الشريعة للآجری، ص: ۷۳۸.

يا مبغضنا اهل الحديث وشاتما ابشر بعقد ولاية الشيطان [1]

''اہل حدیث سے بغض رکھنے والے اور گالیاں دینے والے! تجھے شیطان سے دوستی قائم کرنے کی بشارت ہو۔''

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ اہل حدیث کا تعارف یوں کرواتے ہیں:

اهل الحديث الذين ينتحلون السنن ويذبون عنها ويقمعون من خالفها [2]

''اہل حدیث سنن پر عمل کرتے ہیں، ان کا دفاع کرتے ہیں اور ان کے مخالفین کا قلع قمع کرتے ہیں۔''

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کی یہ بات سو فیصد درست ہے، اہل حدیث نے ہر دور میں نبی کریم ﷺ کی سنن ہی کو اپنایا ہے۔ آپ کی سنتوں اور حدیثوں کا دفاع کیا ہے اور ان کے مخالفین کا ناطقہ بند کیا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی سنتوں کو زندہ رکھنے والے اہل حدیث ہی ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اہل حدیث کی فضیلت بیان کرتے ہوئے سورہ بنی اسراء یل کی آیت ۷۱ ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ . . .﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقال بعض السلف: هذا اكبر شرف لاصحاب الحديث لان امامهم النبى ﷺ [2]

''بعض سلف نے کہا ہے کہ یہ آیت اصحابِ حدیث کی سب سے بڑی فضیلت ہے کیونکہ ان کے امام نبی ﷺ ہیں۔''

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

[1] الكافية الشافية، ص: ١٩٩۔

[2] صحيح ابن حبان، ص: ١٠٥٦، تحت حديث: ٦١٢٩.

[2] تفسير ابن كثير: ١٦٤/٤.

لیس لاهل حدیث منقبة اشرف من ذلك لانه لا امام لهم غیره [1]

''اہل حدیث کے لیے اس سے زیادہ فضیلت والی اور کوئی بات نہیں کیونکہ آپ (ﷺ) کے سوا ان کا کوئی امام نہیں۔''

تبصرہ جب کسی پر کیا کیجیے
آئینہ سامنے رکھ لیا کیجیے

ایک اعتراض اور اس کا جواب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اہل حدیث تو کل پیدا ہوئے ہیں۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، چنانچہ عالم اسلام کا ایک مشہور مؤرخ علامہ احمد بن بشار مقدسی (المتوفی ۳۷۵ھ) ہندوستان میں سندھ کے سفر پر آیا تھا، سندھ کے مشہور مقام منصورہ کے باشندوں کے متعلق وہ کہتا ہے:

كَانَ اَكْثَرُهُمْ اَهْلُ الْحَدِيْثِ [2]

''ان میں سے اکثر لوگ اہل حدیث تھے۔''

علامہ مقدسی کے مذکورہ بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں منصورہ کے اکثر مسلمان تحریک اہل حدیث کے علم بردار تھے اور قرآن وحدیث پر براہ راست عمل کرنے والے (اہل حدیث) تھے۔

مزید برآں مشہور مؤرخ علامہ ابو منصور عبد القادر بغدادی لکھتا ہے:

ثغور الروم والجزيرة والشام وأذر بائيجان وباب الابواب كل اهلها كانوا علٰى مذهب اهل الحديث وكذلك ثغور الافريقية واندلس وكل ثغورراء بحر المغرب كل اهلها كانوا من اهل الحديث وكذالك ثغور

[1] تدریب الراوی: ۷٤/۲.

[2] احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم، ص: ٤٨.

اليمن علٰی ساحل كان اهلها من اهل الحديث

''روم، الجیریا، شام، آذر بائیجان اور باب الابواب کے تمام مسلمان اہل حدیث مسلک پر تھے۔ ایسا ہی افریقہ، اندلس اور بحر مغرب کے سرحدی مسلمان باشندے سب کے سب اہل حدیث تھے اور ایسے ہی حبشہ کے سرحدی علاقے یمن کے تمام مسلمان اہل حدیث تھے۔''

علامہ بغدادی کا یہ واضح اور واشگاف بیان بانگ دہل کہتا ہے کہ اہل حدیث جس طرح محدثین کے خاص گروہ کو کہتے ہیں۔ اسی طرح اہل حدیث سے مراد وہ عام لوگ بھی ہیں جو براہ راست قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور تحریک اہل حدیث کا جھنڈا الہراتے ہیں۔

جس مؤرخ کا یہ بیان ہے اس کی وفات ۴۲۰ھ میں ہوئی، وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہو اور وہ تعصب سے پاک ہوں وہ یہ بتائیں کہ وہ تمام صحابہ کرام، ائمہ کرام، تابعین عظام اور مؤرخین (جن کے بیانات اس کتاب میں ابھی گزرے ہیں) کیا وہ کل کے ہیں؟

مقدمہ ابن خلدون فَصْلٌ فِيْ عِلْمِ الْفِقْهِ میں علامہ ابن خلدون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کے زمانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان میں فقہ دو طریقوں پر تقسیم ہوگئی۔ اہل رائے وقیاس کا طریق اور وہ اہل عراق ہیں اور اہل حدیث کا طریق اور وہ اہل حجاز ہیں۔ [1]

انصاف سے بتائیے کہ علامہ ابن خلدون جو اہل حجاز کو اہل حدیث کہہ رہے ہیں کیا یہ بھی کل کی بات ہے؟

شامی شرح درمختار میں ہے کہ قاضی ابوبکر جوزجانی کے عہد میں ایک حنفی نے ایک اہل حدیث سے اس کی لڑکی کا رشتہ مانگا، الفاظ یہ ہیں:

اِنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِيْفَةَ خَطَبَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ

[1] دیکھئے: مقدمة ابن خلدون ۲/۲۸۳۔

اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ

تو اس اہل حدیث نے انکار کردیا مگر اس صورت میں کہ حنفی اپنا مذہب تقلید چھوڑ دے، اس حنفی نے وہ بات منظور کرلی تو اہل حدیث نے اپنی بیٹی کی شادی اس سے کردی۔ ❶

غور فرمایئے یہاں تو تیسری صدی میں اہل حدیث کا ذکر موجود ہے پھر وہ لوگ کس قدر غلطی پر ہیں جو کہتے ہیں کہ اہل حدیث تو نیا فرقہ ہے، ابھی کل پیدا ہوا ہے۔ سچ فرمایا: امام طحاوی رحمہ اللہ نے:

لَا يُقَلِّدُ اِلَّا عَصْبِيٌّ اَوْ غَبِيٌّ ❷

''تقلید وہی کرے گا جو تعصب پرست اور کند ذہن ہو۔''

مولانا رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں: تقریباً تیسری صدی ہجری میں اہل حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلاف انظار کے پیش نظر پانچ مکاتب فکر قائم ہوگئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہل حدیث، اس زمانے سے لے کر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا۔ ❸

مولانا رشید احمد لدھیانوی صاحب دوسری تیسری صدی ہجری میں اہل حدیث کا وجود مسعود تسلیم کررہے ہیں اب باقی کیا رہ جاتا ہے؟ چلیں ایک اور گواہی ملاحظہ کرلیجیے:

مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں: اہل حدیث تو تمام صحابہ تھے مگر فتویٰ اہل رائے ہی دیتے تھے بعد میں یہ لقب امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا ہوگیا اور اس زمانے کے تمام اہل حدیث نے امام ابوحنیفہ کو امام اہل الرائے کا لقب دیا۔ ❹

مولانا ادریس کاندھلوی صاحب کی گواہی سے پتا چلا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دور میں

---

❶ حاشية ابن عابدين : ٨٠/٤.

❷ رسم المفتى لابن عابدين، ص ٣٣.

❸ احسن الفتاوٰی ١/ ٣١٦.

❹ اجتہاد اور تقلید کی بیمثال تحقیق، ص: ۴۸۔

بھی اہل حدیث موجود تھے۔

مولانا حاجی امداد اللہ کے خلیفہ مجاز محمد انوار اللہ فاروقی، جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن کہتے ہیں: حالانکہ اہل حدیث کل صحابہ تھے کیونکہ فن حدیث کی ابتدا انہی سے تھی، اس لیے کہ انہی حضرات نے آنحضرت ﷺ سے حدیث لے کر دست بدست امت کو پہنچا دیا پھر ان کے اہل حدیث ہونے میں کیا شبہ؟ [1]

لہٰذا یہ کہنا کہ اہل حدیث کوئی نیا فرقہ ہے، خلاف حقیقت ہے۔

سواد اعظم کی وضاحت میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی تحریر

بحث و جدال کے حلقوں میں اہل حدیث کے مخالفین انہیں مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ [2] سے ڈراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل سنت کے مذاہب اربعہ پر عمومی طور پر لوگوں کے جم جانے کے بعد مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی نہ کرنے والا سواد اعظم سے نکل جاتا ہے اور حدیث میں موجود وعید کا مصداق بن جاتا ہے۔ جناب برکت علی عرف محی الدین احمد قصوریؒ نے یہ معاملہ ایک مرتبہ جناب ابوالکلام آزادؒ کے سامنے پیش کیا تھا جس کے جواب میں انہوں نے لکھا:

التزام جماعت اور عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ...... سے آپ غالباً سمجھتے ہیں کہ حکم ''التزام جماعت'' اور علیکم بالسواد الاعظم کا تعلق مسلمانوں کے عقائد و اعمال اور افکار و آراء سے ہے یعنی جب کبھی مسلمانوں کی کوئی بھیڑ کوئی رائے و عمل اختیار کر لے تو شرعاً ہر مسلمان پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرے۔ نہیں کرے گا تو مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ کی وعید کا مستوجب ہوگا اور اس کی موت میّت جاہلیہ کی موت ہوگی، حالانکہ حاشا وکلا حکم التزام جماعت اور اتباع سواد اعظم کا یہ مطلب ہو۔ اگر ایک لمحے کے لیے یہ مطلب تسلیم کر لیا جائے تو حق و باطل اور سیاہ و سفید کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا اور اسلامی زندگی کے معنی صرف

---

[1] حقيقة الفقه، حصه دوم، ص: ۲۲۸.

[2] ابن ماجة، رقم: ۳۹۵۰، وسنده ضعيف جداً.

یہ رہ جائیں گے کہ جس جہل وضلالت پر سو آدمی متفق ہو جائیں ننانوے کو ان کی پیروی ضرور کرنی چاہیے۔ گویا اسلام کے نزدیک عقائد و اعمال کی صحت کا معیار حقیقت نہیں، بلکہ مقدار کی محض اضافی و وقتی اکثریت ہے۔ کوئی راہ کتنی ہی جہل وضلالت کی راہ ہو، لیکن اگر دس نے قدم اٹھا دیا تو گیارھویں کے لیے بحکم التزام جماعت وَاتَّبِعُوْا سَوَادَ الْاَعْظَم اس کی پیروی لازم ہوگئی، نہیں کرے گا تو مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ.

اس نافہمی میں وہ مدعیان علم مبتلا ہوئے تھے جو اس حدیث سے تقلید شخصی کے وجوب و التزام پر استدلال کرتے تھے اور اب بھی اگر میدان مناظرہ گرم ہو جائے تو ضرور کریں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ مسلمانوں کا سواد اعظم آئمہ اربعہ کی تقلید شخصی پر جم گیا ہے اور حق کو انہی مذاہب مدونہ اربعہ میں تسلیم کرتا ہے اس لیے اب کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ تقلید شخصی کے التزام کی بجائے براہ راست کتاب وسنت پر تدبر کرے۔ کیونکہ ایسا کرے گا تو سواد اعظم سے تخلف کرے گا اور التزام جماعت سے باہر ہو جائے گا مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ.

انیسویں صدی کے اوائل میں جب مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے اتباع دین خالص کی دعوت بلند کی تھی تو ان کے مقابلے میں بھی پرستاران بدع و محدثات نے...... یہی مطلب بنائے استدلال ٹھہرایا تھا اور اتَّبِعُوْا سَوَاد الْاَعْظَم کی بنا پر مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ کا فتویٰ دیا تھا چنانچہ جامع مسجد دہلی کے مباحثہ ۱۲۴۰ھ میں سب سے بڑی دلیل یہی پیش کی گئی تھی کہ جن عقائد و اعمال کو آج بدعت وضلالت ٹھہرایا جارہا ہے یہ تمام تر وہی اعمال وعقائد ہیں جن پر مسلمانوں کے سواد اعظم کا اتفاق ہو گیا اور مسلمانوں کا کوئی شہر وقریہ نہیں جہاں یہ امور عمل میں نہ لائے جاتے ہوں پس ان کے استحسان میں شک کرنا اور انہیں بدع ومحدثات قرار دینا سبیل المومنین سے تخلف کرنا اور راہ شذوذ اختیار کرنا اور فارق جماعت ہونا ہے۔

شاہ اسماعیل رحمہ اللہ اور مولوی عبد الحی رحمہ اللہ کے زمانے میں ایک تحریر "تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی" کے نام سے دہلی میں شائع کی گئی تھی۔ مولوی صاحب موصوف سے سائل پوچھتا ہے: ایں ہمہ اعمال کہ کافر اہل اسلام مستحسن ومقبول دانستہ می کردند و

می کنندالآن درعقیدہ شما شرک وبدعت گردیدہ آیا ایں طریق جدید افساد فی الدین وشق عصائے مسلمین وشذوذ از جماعت واتباع سبیل غیر مومنین نیست؟ مگر کہ حکم التزام جماعت وحدیث مشہورہ اِتَّبِعُوْا سَوَادَ الْاَعْظَم از خاطر شریف بکلی محو ومتلاشی گشتہ۔

اس غلط فہمی کا منشا یہ ہے کہ حکم التزام جماعت کا محل ومورد ان لوگوں نے معلوم نہیں کیا اور کوتاہ نظری نے تحقیق ومطالعہ کی مہلت نہ دی۔ اگر ان لوگوں نے کم از کم صحائف سنت کے تراجم ابواب ہی پر غور کرلیا ہوتا یا اس ایک حدیث کے ساتھ اس کی دوسری ہم معنی احادیث ہی دیکھ لی ہوتیں تو کبھی اس نافہمی میں مبتلا نہ ہوتے۔

دراصل ان تمام احکام کا تعلق امامت کبری کے معاملے سے ہے یعنی خلافت اسلامیہ کے معاملے سے نہ کہ عقائد وافکار اور اعمال وآراء سے۔ عرب کے جنوب وشمال میں اگرچہ حکومتوں کے بعض سلسلے قائم ہو چکے تھے لیکن وسطی عرب ہمیشہ خورد اور مطلق العنان قائل کا جولاں گاہ رہا۔ ان کی بے قید طبائع پر اس سے زیادہ کوئی بات شاق نہ گزرتی کہ کسی نظام حکومت سے وابستہ ہوکر رہیں یا کسی امیر کے آگے سر اطاعت جھکادیں، اسلام کا ظہور ہوا تو اس کی روح جمہوریت کے ساتھ نظم واطاعت کا بھی قوام چاہتی تھی وہ اگر ایک طرف انفرادی آزادی کا محافظ تھا تو دوسری طرف نظم وامارت کا بھی مقوم تھا۔ پس ضروری ہوا کہ مسئلے کے اس پہلو پر زور دیا جاتا اور عرب کے بے قید طبائع میں یہ بات اتار دی جاتی کہ جب ایک امیر منتخب کرلیا گیا اور جماعت اس پر متفق ہوگئی تو پھر کسی مسلمان کو محض اپنی انفرادی رائے کی بنا پر تخلف نہیں کرنا چاہیے۔ بہرحال اس کا ساتھ دینا چاہیے اگر تخلف کرے گا تو جماعت میں تفرقہ ہوگا، فتنوں کی تولید ہوگی، نظام ملت درہم برہم ہوجائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ فارق جماعت کی نسبت فرمایا اس کی موت جاہلیت کی ہوگی۔ یعنی جاہلیت میں جماعت کا قوام نہ تھا، ایک طرح کی فوضویت (انارکی) کی حالت طاری تھی۔ اسلام آیا تو اس نے تمام قوم کو ایک رشتہ امارت میں منسلک کردیا۔ اب اگر اس اطاعت کا ربقہ گردن سے نکالا جاتا ہے تو یہ اسی جاہلیت کی طرف عود کرتا ہے۔

چنانچہ جن احادیث میں التزام جماعت کا حکم دیا گیا ہے، ان کا منطوق اس بارے میں بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہے۔ تمام احادیث بالاتفاق اطاعت امیر کا حکم دیتی ہیں اور اس سے تخلف کو تفرق عن الجماعت اور دعوت بدعوی جاہلیت قرار دیتی ہیں، مثلاً:

مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً. ❶

اور روایت ابن عباس:

فَإِنَّهُ لَيْسَ اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يَخْرُجُ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا فَمَاتَ عَلَيْهِ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً ❷

نیز روایت مسند:

مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِيْدَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ اِلَّا اَنْ يَرْجِعَ وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ ❸

اگر حکم التزام جماعت کا مطلب یہی قرار دیا جائے کہ تمام عقائد وافکار اور اعمال و کردار میں مسلمانوں کو چاہیے کہ سواد اعظم کی پیروی کریں ورنہ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ کے مستوجب ہوں گے تو ظاہر ہے حق و باطل، سنت و بدعت اور اسلام و کفر کے تمام احکام وقواعد کا خاتمہ ہوجائے گا۔ کیا ایک لمحے کے لیے بھی کوئی ذی عقل اس کا یہ مطلب قرار دے سکتا ہے؟ پھر کیا حکم ہوگا ان سینکڑوں مبلغین اور دعاۃ حق کا جنھوں نے...... باوجود کثرت شیوع فتن و استیلاء بدع ومحدثات و غلبہ بطلان وفساد وغربت اصحاب حق وقلت مخلصین و صادقین سواد اعظم کی گمراہیوں کا ساتھ نہیں دیا اور راہ حق وصواب پر قائم رہے؟ کیا یہ سب التزام جماعت سے

---

❶ جو اطاعت سے نکلا اور جماعت سے الگ ہوا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (مسلم، رقم: ١٨٤٨)

❷ لوگوں میں سے جو بھی ایک بالشت برابر سلطان کی اطاعت سے نکلا اور اسی پر اس کی موت واقع ہوئی تو وہ جاہلیت پر مرا۔ (مسلم، رقم: ١٨٤٩)

❸ جو ایک بالشت کے برابر بھی جماعت سے نکلا تو اس نے اپنی گردن سے اسلام کا عہد و پیمان اتار پھینکا الا یہ کہ وہ واپس پلٹ آئے اور جس نے جاہلیت کی پکار پکاری...... (احمد: ٤٠٦/٢٨)

باہر ہو گئے تھے؟ اور ان سب کی موت جاہلیت کی موت ہوئی؟

پھر اگر التزام جماعت اور اتباع سواد اعظم کا یہی مطلب ہے تو ان تمام اختلافات کا کیا حکم ہوگا، جس میں تنہا ایک فرد کی رائے ایک طرف اور جماعت کی رائے دوسری طرف تھی اور حق وصواب فرد کے ساتھ تھا، نہ کہ جماعت کے ساتھ۔ خود عہد صحابہ کے بے شمار واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں۔ جب مانعین زکوۃ کے قتال کا سوال اٹھا تو تمام مجمع صحابہ کی رائے ایک طرف تھی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک طرف یعنی سواد اعظم قتال کا مخالف تھا...... پھر کیا یہ حکم لگایا جاسکتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اِتَّبِعُوْا سَوَادَ الْاَعْظَم کی مخالفت کی؟ حاشا وکلا۔

کیا حکم ہوگا ان افراد شواذ کا جنہوں نے مامون وواثق کے زمانے میں سواد اعظم کا ساتھ نہ دیا اور خلق قرآن کے مسئلے میں سب سے الگ رہے، آپ کو معلوم ہے سواد اعظم کے مقابلے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کیا جواب دیا تھا؟

ایتونی شیئًا من کتاب اللّٰہ او سنّۃ رسولہ[1]

پھر اگر التزام جماعت کا یہی حکم ہے تو ان حدیثوں کا مطلب کیا ٹھہرا جائے گا، جن میں صاف صاف ایسے زمانوں کی خبر دی گئی ہے، جب مسلمانوں کے سواد اعظم کی راہ گمراہی کی راہ ہوگی اور اصحاب حق قلیل واقل ہوں گے؟ غربت ثانیہ والی حدیث: بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ[2] تو کبھی نہ کبھی آپ کے کانوں میں پڑی ہوگی؟ اسی میں ہے:

قُلْنَا وَمَا الْغُرَبَاءُ؟ قَالَ: قَوْمٌ صَالِحُوْنَ، قَلِیْلٌ فِیْ نَاسٍ سُوْءٍ

[1] مجھے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے کوئی دلیل پیش کرو۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدأ غریبا وسیعود غریبا، رقم الحدیث: ١٤٥.

اسلام کا آغاز اس حالت میں ہوا تھا کہ وہ اجنبی تھا اور عنقریب وہ اجنبی ہوجائے گا جیسا کہ ابتداء میں تھا، پس اجنبیوں کے لیے بشارت ہے۔

كَثِيْرٍ، مَنْ يَعْصِيْهِمْ كَثِيْرٌ مِمَّنْ يُطِيْعُهُمْ [1]

''کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا غرباء سے مقصود کون لوگ ہیں جن کے لیے طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ کی بشارت ہوئی؟ فرمایا: صالح مسلمانوں کا ایک گروہ۔ برے لوگوں کی کثرت میں تھوڑے سے آدمی۔''

اب غور کر لیجیے وہ سواد اعظم والی بات کیا ہوئی؟ اس سے تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر وقت آئے گا جب حق سواد اعظم کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ قوم صالحون قلیل فی ناس سوء کثیر کے ساتھ ہوگا۔ [1]

اسی طرح مسلم کی مشہور حدیث لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ [2] میں اصحاب حق کو طائفہ سے تعبیر فرمایا۔ یعنی سواد اعظم کے

---

[1] الزهد لابن المبارك، رقم: ٧٧، نحوه.

[2] لوگوں نے جو سواد اعظم کا مفہوم لیا ہے حق اس کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ برے لوگوں کی کثرت کے وقت جو تھوڑے سے لوگ حق پر ہوں گے وہی سواد اعظم قرار پائیں گے۔

درحقیقت السواد الاعظم کے مفہوم میں لوگوں نے عمداً یا خطأً غلطی یہ کی کہ انہوں نے اعظم کا معنی 'کثیر' لے لیا۔ حالانکہ اعظم میں کثرت کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔ جیسا کہ فاروق اعظم، قائداعظم، رہبر اعظم، وزیراعظم، مغل اعظم، براعظم، عاداعظم وغیرہ الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔ گمراہوں کی افواج کے مقابلے میں ایک شخص بھی حق پر ہو تو وہ سواد اعظم شمار ہوگا، جیسا کہ اکیلے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو ہی اللہ تعالیٰ نے ایک امت قرار دیا ہے چونکہ وہ حق پر تھے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝﴾ (النحل: ١٦/١٢٠، ١٢١)

''بے شک ابراہیم ایک امت تھے، اللہ کے فرماں بردار، ایک اللہ کی طرف ہوجانے والے اور وہ مشرکوں سے نہ تھے۔ اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والے۔ اس نے انہیں چن لیا اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔'' (ا۔ح)

[2] صحيح مسلم، كتاب الجهاد، رقم الحديث : ١٧٠۔ ١٩٢٠. ترجمہ: میری اُمّت میں سے ایک گروہ حق پر غالب رہے گی، ان کی مخالفت کرنے والا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

مقابلے میں ایک چھوٹی سی ٹکڑی۔ اور اسی طرح شیخین کی مشہور حدیث میں خبر دی کہ جب مسلمانوں کا کوئی امام نہ رہے اور لوگ طرح طرح کی ٹولیوں میں بٹ جائیں تو فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ اَصْلَ شَجَرَةٍ [1]

''اگر درخت کے پتے چبا کر جینا پڑے جب بھی ان ٹولیوں کا ساتھ نہ دو۔ ان سب سے الگ ہوجاؤ۔''

اب کہیے سوادِ اعظم یہاں کہاں رہا؟

آج اگر مسلمانوں کی مردم شماری کی جائے تو شاید سو میں سے دو آدمی بھی ایسے نہیں نکلیں گے جو اپنے عقائد واعمال میں دین خالص پر عمل پیرا ہوں۔ پس سوادِ اعظم کی راہ انحراف و بدعت کی ہوئی اور اتَّبِعُوْا سَوَادَ الْاَعْظَم کا حکم اگر موجود ہے اور مطلب اس کا آپ کے نزدیک یہ ہے کہ جس طرف بھیڑ چلے وہی راہ چلو تو نتیجہ یہ نکلا کہ کسی مسلمان کے لیے دین خالص کا اتباع جائز نہیں۔ لیجیے قصہ تمام ہوا۔ انا للہ وانا الیہ رٰجعون۔ (ابوالکلام) [2]

[1] صحيح بخاری، كتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، رقم الحديث: ٣٦٠٦، صحيح مسلم، كتاب المغازی، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن، رقم الحديث : ٥١ـ ١٨٤٧.

[2] ڈاکٹر محمد بہاء الدین (ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر)، تاریخ اہل حدیث ۱/۱۸۴۔ ۱۸۹، مکتبہ اسلامیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔ ط:۲۰۱۱ء۔

نوٹ:......سوادِ اعظم کی اتباع کے حوالے سے دو باتیں عرض ہیں: (۱) سنداً یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ ابن ماجه (٣٩٥٠) کی سند میں معان بن رفاعہ لین الحدیث اور ابوخلف متروک ہے جبکہ اخبار اصبہان لابی نعیم (۲/۲۰۸) کی سند میں ابوعون مجہول الحال اور بقیہ بن ولید مدلس کی تدلیس ہے باقی سندوں کا بھی اسی طرح کا حال ہے۔ لہٰذا یہ روایت اپنی تمام سندوں سمیت ضعیف ہی نہیں بلکہ سخت ضعیف ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص ضعیف کے باوجود بھی استدلال کرنے پر بضد ہو تو اس کی خدمت میں عرض ہے کہ ابن ابی عاصم کی السنۃ (رقم: ٨٤، سنده ضعيف) میں سوادِ اعظم کی تشریح موجود ہے۔ چنانچہ الفاظ یوں ہیں: ......فعليكم بسواد الاعظم: الحق واهله ''سوادِ اعظم کو لازم پکڑو یعنی حق اور اہل حق کو۔''

(ابن شیر محمد ہوشیار پوری)

اہل حدیث کے مذہب کا بانی کون ہے؟

اہل حدیث کے مذہب کے بانی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ فخر آدم افتخار بنی آدم فداہ ابی وامی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ چنانچہ اہل حدیث کے مسائل دیکھنے والوں پر یہ امر ذرہ بھر مخفی نہ ہوگا کہ اہل حدیث ہر ایک مسئلہ پر قرآن شریف کی آیت یا حضور اقدس کی حدیث ہی سے مقدم استدلال کرتے ہیں۔ جہلا میں مشہور ہے کہ اہل حدیث کے مذہب کا بانی عبدالوہاب نجدی ہوا ہے مگر حاشا وکلا ہمیں اس سے کوئی بھی نسبت نہیں۔ یہ تو صاف بات ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنے بانی مذہب کے اقوال اپنے فتوؤں میں نقل کیا کرتا ہے۔ چنانچہ ہمارے بھائی حنفیہ، شافعیہ، امامیہ وغیرھم کے طریق عمل اس امر پر شاہد عدل ہیں۔ لیکن آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ اہل حدیث نے کبھی بھولے سے بھی عبدالوہاب نجدی کے اقوال کو سنداً پیش کیا ہو اور کہا ہو کہ هذا قول امامنا عبد الوهاب وبه ناخذ (یہ قول ہمارے امام عبدالوہاب کا ہے......) بلکہ اہل حدیث کے بہت سے افراد کو یہ بھی معلوم نہیں کہ عبدالوہاب کون تھا؟ اس کی بود و باش کیا تھی؟ ہاں تاریخوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہمارے بھائیوں کی طرح وہ بھی ایک مقلد تھا۔ چنانچہ رسالہ "جواهر الاتقان" مطبوعہ افضل المطابع دہلی کے مصنف کو باوجودیکہ اہل حدیث سے سخت للّٰہی بغض ہے ایسا کہ بات بات میں ان پر متعدد افترا اور اتہام لگاتے ہیں اور سطر سطر میں ان کا نام وہابی اور نجدی رکھا ہے تاہم اس امر کا اقراری ہیں کہ عبدالوہاب نجدی حنبلی مذہب کا مقلد تھا۔ [1] (دیکھو رسالہ مذکورہ صفحہ ۱۱ سطر ۴)

[1] امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے فتاوی احادیث کے بہت قریب ہیں اس لیے عقیدہ و عمل اور فتویٰ میں اہل حدیث اور حنبلی علماء میں اکثر مماثلت پائی جاتی ہے۔ (ا۔ح)

اور رد المحتار باب البغات میں صاف لکھا ہے:

کانوا (ای عبد الوهاب واتباعه) ینتحلون مذهب الحنابلة

یعنی عبدالوہاب نجدی اور اس کے اتباع حنبلی مذہب کے مقلد تھے۔

مولانا رشید احمد صاحب حنفی گنگوہی مرحوم کے فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ مراد آباد کے ص ۸ پر لکھا ہے کہ ''عبدالوہاب نجدی [1] بڑا خوش اعتقاد تھا اور حنبلی مذہب کا مقلد تھا۔''

اور ہمارے نزدیک تقلید کا وہی حال ہے جو ہم اس رسالے میں لکھ آئے ہیں پس باوجود اس بے تعلقی کے ہم کو عبدالوہاب کے پیرو یا اس کو ہمارے مذہب کا بانی بتلانا صریح جھوٹ اور دل آزاری نہیں تو کیا ہے؟ دراصل یہ ناپسند القاب اسی عشق محمدی کے کرشمے ہیں جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عرب کے لوگوں سے صابی کا لقب دلایا تھا۔ اھ

بجرم عشق توام مے کشند و غوغا یست
تو نیز برسر بام آ عجب تماشا نیست!

خلاصہ مذہب اہل حدیث

اہلحدیث کے مذہب کا خلاصہ لا اله محمد الا محمد رسول الله ہے یعنی جو تعلیم سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ قرآن اور حدیث صحیحہ کے مخلوق کو فرمائی ہے۔ اس کا اتباع کرنا ہمارا مذہب ہے اور بس۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

---

[1] اہل حدیث کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب کر کے نجدی بھی کہا جاتا ہے اور معترضین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ یہاں سے فتنے اٹھیں گے۔ حالانکہ احادیث میں اس کی وضاحت ہے کہ اس سے مراد نجد عراق مراد ہے نہ کہ نجد حجاز۔ اور یہ ظاہر ہے نجد عراق سے بہت سے فتنوں کا ظہور ہوا ہے اور تا حال جاری ہے۔ دیکھیے پروفیسر زاہد حسین مرزا رحمہ اللہ کی کتاب: اٹھتے ہیں حجاب آخر۔ (ا۔ح)

سرکاری دفتروں میں اہل حدیث کو وہابی لکھنے کی ممانعت

بعض دوست دریافت کیا کرتے ہیں کہ اہل حدیث کو سرکاری کاغذات میں وہابی لکھنے کی ممانعت کب ہوئی تھی اور اس کا کیا ثبوت ہے؟ لہٰذا عام اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ اہل حدیث کو سرکاری دفتروں میں وہابی لکھنے کی ممانعت ہے۔ ملاحظہ ہو چٹھی گورنر ہند بنام گورنمنٹ پنجاب مورخہ ۳ دسمبر ۱۸۸۹ء نمبر ۱۷۵۸۔ [1]

[1] رسائل ثنائیہ از مولانا ثناء اللہ امرتسری، ص: ۹۹۔۱۰۰، ط: ۱، ۲۰۰۶، دار الکتب السلفیہ، لاہور۔

وہابی اور اہل حدیث میں فرق

ہندوستانی مسلمانوں کا ایک طبقہ اور برطانوی حکومت، اہل حدیث حضرات کو وہابی کہتے تھے جب کہ نجد کے وہابی [1] مقلد تھے اور اہل حدیث غیر مقلد تھے اور یہ ایسا بنیادی اختلاف ہے جس کی بنا پر ہندوستان کے مقلدین نے اپنی زیر انتظام مساجد سے اہل حدیث حضرات کو نکالا تھا اور ان کے کفر کے فتوے دیے تھے۔ وہابی کا نام اگر کسی ہندوستانی طبقے پر لاگو ہوسکتا تھا تو وہ مقلدین ہی کا کوئی گروہ ہوسکتا تھا کیونکہ نجد کے وہابی اور ہندوستان کے مقلدین تقلید کے ایک ہی کنویں کے مینڈک یا ایک محیط الدائرہ میں قیدی تھے۔

اہل حدیث حضرات کو وہابی کہنا صریح دھاندلی اور نا انصافی تھی جس کے خلاف جناب محمد حسین بٹالویؒ نے آواز بلند کی اور حکومت وقت کو [2] درخواست کی کہ انہیں وہابی کی بجائے ان کے اصل نام سے سرکاری خط و کتابت میں ذکر کیا جائے۔ درخواست یہ نہیں تھی کہ وہابیوں کو چونکہ وہابی کا نام پسند نہیں ہے اس لیے انہیں ایک نیا نام الاٹ کر دیا جائے۔ [3]

حقیقت یہ ہے کہ اس درخواست کے ماقبل زمانے کے ہندوستان میں بھی اہل حدیث کا نام موجود تھا اور اسی نام کے حاملین نے درخواست دی تھی کہ ہمیں ہمارے اصل نام سے پکارا

[1] جن کے نام پر ہندوستان کے اہل حدیث کو وہابی کہا جاتا تھا۔ حالانکہ یہ نسبت غلط تھی۔ (ا۔ح)

[2] اس میں برطانوی حکومت کی تخصیص نہیں ہے۔ مسلمانوں یا ہندوؤں یا سکھوں کی حکومت ہوتی تب بھی ایسا ہی کیا جاتا۔ یعنی اپنا اصل نام سرکاری سطح پر بحال کروایا جاتا۔ (ا۔ح)

[3] جیسا کہ ہندوستان میں ایک نچلی ذات کے لوگوں کو نیا نام الاٹ کیا گیا تھا۔ بلکہ درخواست یہ تھی ان کو بدنام کرنے کے لیے وہابی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے بلکہ ان کے اصل قدیمی نام سے مخاطب کیا جائے اور وہ ہے اہل حدیث۔ (ا۔ح)

جائے، وہابی نہ کہا جائے۔

یہ درخواست ۱۸۸۶ء میں دی گئی تھی اور اسی میں اس بات کی شہادت موجود ہے کہ درخواست دہندگان خود کو پہلے سے اہل حدیث کہتے تھے اور اسی نام سے پکارا جانا پسند کرتے تھے۔ [1]

اس درخواست کے ماقبل زمانہ میں جناب محمد حسین اور ان کے ہم خیالوں کے لیے اہل حدیث کا نام استعمال ہونے کی کئی مثالیں اشاعۃ السنہ میں ہی مل جاتی ہیں۔ جیسا کہ جناب بٹالویؒ لکھتے ہیں:

مولانا سیّد محمد نذیر حسین محدث ملک ہند میں ایک ہی ایسے شخص ہیں جو علم حدیث، کثرت تلامذہ، کثرت اتباع، عام قبولیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ افاضل واماجد اس گروہ اہل حدیث میں اور بھی ہیں، جن سے علم کی اشاعت بذریعہ تالیفات اور سنت کی اقامت بذریعہ تحریرات اور دین کی تجدید بازالہ منکرات و بدعات بہت ہوئی۔ ولیکن ان اوصاف اربعہ خصوصاً وصف چہارم میں ہم کسی کو ان کا نظیر نہیں پاتے اور اس نظر سے ہم کہہ سکتے ہیں اور گورنمنٹ کو اس کا یقین دلا سکتے ہیں کہ مولانا ممدوح کی تعظیم وتکریم تمام گروہ اہل حدیث کی تعظیم وتکریم ہے اور ان کی توہین کل گروہ اہل حدیث کی توہین۔ [2]

اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۶ بابت ماہ مئی ۱۸۸۳ء میں جناب بٹالویؒ نے چند امور منسوبہ بجانب اہل حدیث کو اہل حدیث کی کتب معمولہ ومتمسکہ سے ثابت کردینے پر ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا اشتہار جاری کیا جس کی نقل یہ ہے:

خاکسار بذریعہ اشتہار ایک ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت کا اس شخص کو وعدہ انعام دیتا ہے جو ان مفتریات و بہتانات کا جو اہل حدیث کے ذمہ لگائے جاتے ہیں ان کی

---

[1] جب اٹھارہویں صدی میں مساجد کے ناموں کے ساتھ مسلک لکھنے کا رواج ہوا تو اس وقت برصغیر میں اہل حدیث کی کئی مساجد موجود تھیں۔ (ا۔ح)

[2] ماہنامہ اشاعۃ السنہ، ج ۶۔

ان کتب معمولہ ومتمسکہ سے (جو شرقاً وغرباً سلفاً وخلفاً ان کی متمسک بہا ہیں)
ثابت کرے یا ان کا داخل مذہب اہل حدیث ہونا ان اصول وقانون سے جو
انتباہ حضرت شاہ ولی اللہؒ ومیزان شعرانیؒ وایقاف ملاحیات سندھیؒ اور اشاعۃ السنہ
نمبر ۶ جلد ۴ میں بصفحہ ۱۸۴ بیان ہوا ہے، ثابت کرے۔

المشتہر: ابوسعید محمد حسین لاہوری

جناب بٹالویؒ کی درخواست کے جواب میں آنے والے خط سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل حدیث نام نہ تو حکومت کا ایجاد کردہ ہے اور نہ اس کا الاٹ کردہ۔ کیونکہ اس خط میں یہ نہیں کہا گیا کہ درخواست دہندگان کو آیندہ اہل حدیث کہا جائے گا بلکہ حکومت نے یہ کہا ہے کہ محمد حسین کو اور ان لوگوں کو جن کی نمائندگی کا وہ مدعی ہے، سرکاری خط وکتابت میں وہابی نہیں لکھا جائے گا۔ [1]

ایک اور اشکال

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اہل حدیث سے مراد صرف محدثین ہیں اور بس، حالانکہ سچ یہ ہے کہ اہل حدیث سے مراد صرف محدثین ہی نہیں بلکہ ان کے عوام بھی ہیں گویا اہل حدیث سے مراد دو طرح کے لوگ ہیں ایک محدثین کرام جنہوں نے احادیث کو جمع کیا اور ان پر عمل پیرا رہے اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے محدثین کی جمع کردہ احادیث کو سینے سے لگایا، انہیں حرزِ جان بنایا اور ان پر عمل کیا چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ونحن لا نعنى باهل الحديث المقتصرين على سماعه او كتابته او روايته بل نعنى بهم كل من كان احق بحفظه ومعرفته وفهمه ظاهرا وباطنا واتباعه باطنا وظاهرا [2]

''اور ہم اہل حدیث سے مراد صرف سامعین حدیث، کاتبین حدیث یا راویان

[1] تاریخ اہل حدیث: ۱/۱۲۵۔۱۲۷۔

[2] مجموع فتاوى ابن تيمية : ٤/٩٥.

حدیث ہی نہیں لیتے بلکہ ہم ان (اہل حدیث) سے ہر وہ شخص مراد لیتے ہیں جو اسے کما حقہ یاد رکھتا ہو، ظاہری و باطنی معرفت وفہم رکھتا ہواور باطنی وظاہری اتباع کرتا ہو۔'' ❶

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تعصب سے بچا کر فکر مستقیم عطا کرے۔ آمین

❶ جس طرح عالم بالسنۃ اور عامل بالسنۃ دونوں کو اہل سنت کہا جاتا ہے (برصغیر پاک و ہند میں ان لوگوں کو بھی اہل سنت کہا جاتا ہے جو سنت کے عالم یا ماہر نہیں ہوتے) بعینہٖ عالم بالحدیث اور عامل بالحدیث دونوں کو اہل حدیث کہا جاتا ہے۔ (اہل حدیث کہلوانے کے لیے حدیث کا ماہر ہونا ضروری نہیں، اس لقب کے لیے حدیث کی اتباع ہی کافی ہے۔) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صدیوں پہلے اس کی وضاحت کر دی تھی۔ (ا۔ح)

منہج اہل حدیث
مفتی عبدالستار الحماد حفظہ اللہ کی نظر میں

اہل حدیث ایک تحریک ہے، جس کے پیش نظر قول وعمل کے ذریعے صحیح اسلام کی ترجمانی کرنا ہے، دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں اسی وقت سے یہ تحریک قائم ہے اور اس کا نصب العین اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کی دعوت اور محدثات و بدعات کی تردید ہے، اگر رسول اللہ ﷺ کی احادیث نئی ہیں تو یہ تحریک بھی نئی ہے اور اگر احادیث کا وجود چودہ سو سال سے ہے تو اس تحریک کا وجود بھی چودہ سو سال سے ہے۔ یہ تحریک رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان کا پورا پورا مصداق ہے:

> ''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم (صحیح دین) پر قائم رہے گا ان سے روگردانی کرنے والا یا ان کی مخالفت کرنے والا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا تا آنکہ اللہ کا امر (قیامت) آ جائے، اس وقت بھی یہ جماعت اسی راستہ پر گامزن ہوگی۔''[1]

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک علم سے مراد حدیث ہے یعنی اس سے اہل حدیث مراد ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ امام بخاری سے سنا، انہوں نے اپنے استاذ علی بن مدینی کے حوالے سے بیان کیا کہ اس سے مراد اہل حدیث ہیں۔[2]

---

[1] صحیح بخاری، المناقب: ۳٦٤۱.

[2] ترمذی، الفتن: ۲۲۲۹.

یہ امت قائمہ پہلے پہل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شکل میں تھی، پھر تابعین اور تبع تابعین اس کا مصداق بنے، اس کے بعد محدثین عظام اس معیار پر قائم رہے۔ بہرحال آج تک یہ گروہ کسی نہ کسی انداز میں قائم چلا آرہا ہے، جس نے ہر دور میں کتاب وسُنّت کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ یہ وہی لوگ ہیں جو اصحاب الحدیث، اہل حدیث، اہل اثر اور سلفی وغیرہ ناموں سے عالم اسلام میں متعارف اور موجود ہیں۔ اس کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، جن میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب جہنمی ہوں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرقہ کی نشانی یہ بتائی ہے کہ وہ میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والا ہوگا۔ [1]

ہمارے نزدیک جماعت اہل حدیث ہی طائفہ منصورہ، فرقہ ناجیہ، حق کی علمبردار، جماعت عادلہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو اختیار کیے ہوئے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا رہبر و راہنما نہیں مانتی۔

یہی وہ جماعت ہے جو سنت کو مدار عمل ٹھہرانے میں انتہائی حریص اور ردّ بدعات میں نہایت بے باک ہے، اسے کسی کی مخالفت، ملامت یا طعن وتشنیع کی کوئی پروانہیں، اس کا ہدف صرف عمل بالحدیث اور انکار بدعت ہے۔ معاشرہ میں پھیلے ہوئے رسم ورواج کو یہ جماعت سنتِ رسول کی نگاہ سے دیکھتی ہے اگر ان میں سے کوئی چیز سنت کی میزان میں پوری اترتی ہے تو اسے فوراً قبول کرلیا جاتا ہے اور اگر کسی چیز کا کوئی بھی گوشہ سنت سے متصادم ہے تو اس سے اعراض کرلیا جاتا ہے۔ امام ابن تیمیہ نے اس تحریک کی خصوصیات بایں الفاظ ذکر کی ہیں:

''اہل حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تمام

[1] ابو داؤد، السنة : ٤٥٩٦.

لوگوں سے زیادہ تلاش کرتے ہیں، آپ کی اتباع ان کے نزدیک انتہائی مرغوب اور جو چیز رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کے خلاف ہواس سے دور بھاگتے ہیں۔''[1]

ایک دوسرے مقام پر مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اہل حدیث، اہل سنت والجماعت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اصول وفروع میں قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مرکز اتباع ٹھہراتے ہیں اور ان امور کی پیروی کرتے ہیں جن پر صحابہ کرام گامزن تھے۔''[2]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ اہل حدیث کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ ائمہ اربعہ سے پہلے کا مذہب ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی کے مطابق عمل کرتے تھے چنانچہ آپ رقم طراز ہیں:

''اہل سنت کا یہ معروف مذہب ہے جو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی پیدائش سے بہت پہلے کا ہے اور یہی مذہب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے، جس کی تعلیم انہوں نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی۔ جو لوگ اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں گے، اہل سنت کے ہاں ان کا شمار اہل بدعت سے ہوگا۔''[3]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سچ فرمایا کہ اہل حدیث حضرات کا مسلک وہی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا کیونکہ معروف ائمہ اربعہ جن کے نام پر مذاہب اربعہ کی داغ بیل ڈالی گئی، وہ اس وقت ابھی دنیا میں رونق افروز نہیں تھے چنانچہ ابوحنیفہؒ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ ہجری میں انہوں نے سفر آخرت تیار کیا۔ امام مالکؒ ۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ ہجری میں وفات پائی۔ امام شافعیؒ ۱۵۰ ہجری میں اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے اور ۲۰۴ ہجری میں یہ آفتاب غروب ہوا اور آخر میں امام احمد بن حنبلؒ کی ولادت ۱۶۴ ہجری میں ہوئی اور ۲۴۱ ہجری

[1] منهاج السنة، ص: ۱۷۹، ج۲. [2] منهاج السنة، ص: ۱۰۳، ج۲.
[3] منهاج السنة، ص: ۱۷۰، ج۲.

میں یہ عالم جاودانی میں تشریف لے گئے۔ اس بنا پر ہم واضح طور پر کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی نہ تھا۔ ان کے دور میں خالص کتاب وسنت کا سکہ چلتا تھا، کسی امام کی تقلید کا ہرگز ہرگز کوئی تصور نہ تھا۔ جب ائمہ فقہ کی پاکباز ہستیاں دنیا میں موجود ہی نہ تھیں تو تقلید کس کی، کیسے اور کیوں کی جاتی؟ تقلید کا سلسلہ کئی سو سال بعد جاری ہوا چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''معلوم ہونا چاہیے کہ لوگ چوتھی صدی ہجری سے پہلے کسی ایک معین مذہب کی تقلید پر جمع نہ تھے۔''[1]

جماعت اہل حدیث کی خصوصیت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر کسی موقع پر ان میں اختلاف ہوجاتا تو ان کے ہاں اس اختلاف کے فیصلے کا حق صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللهِ ﴾ (الشوریٰ: ۴۲/ ۱۰)

''اور جس امر میں تم اختلاف کرتے ہو اس کے متعلق فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام اختلافی مسائل میں اللہ کے کلام یعنی قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا چاہیے پھر چونکہ قرآن، اللہ کی اطاعت کو واجب اور رسول کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت قرار دیتا ہے، لہٰذا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے چنانچہ ایک دوسرے مقام پر اس کی مزید وضاحت ہے:

﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ (النساء: ۴/ ۵۹)

''اگر کسی بات میں تمہارے درمیان جھگڑا پیدا ہوجائے تو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو، یہ طریقہ کار بہتر اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔''

ان آیات کے پیش نظر تفرقہ بازی اور اختلاف سے بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے

[1] حجۃ اللہ البالغۃ، ج۱ص ۱۵۲۔

کہ انسان کتاب وسنت کے سامنے کھلے دل سے سر تسلیم خم کر دے، اب ہم اس اصول کی ایک مثال سے وضاحت کرتے ہیں:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی علمی مجالس میں ایک مسئلہ بڑی شد و مد سے بیان کرتے تھے کہ جو انسان فجر کے وقت جنابت کی حالت میں ہو وہ روزہ نہ رکھے۔ مروان ان دنوں مدینہ طیبہ کے گورنر تھے، انہوں نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے ابوبکر بن عبدالرحمن اور ان کے والد عبدالرحمن بن حارث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تو انہوں نے بتایا کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں صبح کرتے تو روزہ رکھ لیتے، پھر غسل کر کے نماز فجر پڑھتے تھے، جب انہوں نے یہ رپورٹ مروان کو دی تو اس نے ان دونوں کو ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لیے بھیجا، جب انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس امر کی وضاحت کی تو انہوں نے فرمایا کہ آیا واقعی انہوں نے ایسا کہا ہے؟ بلاشبہ وہ مجھ سے زیادہ جانتی ہیں۔''[1]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یہ مسئلہ فضل بن عباس نے بتایا تھا، میں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔[2]

اس اصول کے برعکس قارئین تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اہل حدیث کے مخالفین اپنے ائمہ کرام کی تقلید اس طرح ضروری قرار دیتے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں روایات صحیحہ کی بھی پروا نہیں کرتے، چنانچہ ایک دیوبندی حنفی بزرگ فرماتے ہیں:

''خیار مجلس کا مسئلہ اہم مسائل میں سے ایک ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں جمہور اہل علم اور بہت سے متقدمین و متاخرین کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے امام صاحب کی تردید میں رسائل بھی لکھے ہیں حتیٰ کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے بعض رسائل میں امام شافعی رحمہ اللہ کے مؤقف کو احادیث

[1] صحیح بخاری، الصوم: ۱۹۲۶. [2] صحیح مسلم، الصیام: ۱۱۰۹.

اور نصوص کے اعتبار سے راجح قرار دیا ہے۔ اسی طرح ہمارے شیخ مدظلہ نے بھی امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کو راجح کہا ہے اور فرمایا ہے حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک راجح ہے مگر ہم مقلد ہیں اور ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید واجب ہے۔'' ❶

ہماری درازنفسی کا مقصود یہ ہے کہ اہل حدیث کا موقف کس قدر واضح، صاف ستھرا اور گرد وغبار کی آلودگی سے صاف ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسرے مسلک کے حاملین صحیح احادیث پر عمل نہ کرنے پر مجبور ہیں کہ تقلید امام واجب ہے۔ ہمارا اس وضاحت سے مقصود صرف یہ ہے کہ اہل حدیث عقائد واعمال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا دَم بھرتے ہیں اور صحابہ وتابعین کے زاویہ فکر کو مبنی برصحت قرار دیتے ہیں، ہر دور میں ان کا یہی اسلوب رہا اور وہ اسی راستہ پر گامزن رہے ہیں۔

واضح رہے کہ عمل بالحدیث اور تمسک بالسنۃ کی اس تحریک نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں برصغیر کے دروازے پر دستک دی اور اپنی تابناک روایات، متوازن پالیسی کے ساتھ راہ اعتدال خیال کیے ہوئے اس میں داخل ہوئی پھر یہ اولین نقوش تاریخ کے ایک تسلسل کے ساتھ پوری تیزی سے ابھرے اور نمایاں ہوتے چلے گئے تاہم اس تحریک کو زیادہ فروغ تیرھویں کے اوائل میں ملا، جس میں نواب صدیق حسن خانؒ، شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی مساعی جمیلہ کا حصہ وافر مقدار میں شامل ہے۔

اللہ کی تائید ونصرت سے یہ کاروان توحید وسنت اپنے حسن کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ اس قافلہ حدیث کے فکر میں تدبیر وتنظیم کا اختلاف تو ممکن ہے لیکن فکر ونظر کے اختلاف کا دور دور تک کوئی نشان نہیں ملتا۔ ❷

---

❶ تقریر ترمذی، ص: ۳۹۔ ❷ تاریخ اہل حدیث ۱/۱۱۔۱۶۔

قدامت اہل حدیث اور مسلک اہل حدیث کے بارے میں مولانا احمد دین گکھڑوی کی تحقیق

تاریخ اہل حدیث

پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے غنیۃ الطالبین میں حدیث نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہودیوں کے فرقے اکہتر ہوئے تھے، عیسائیوں کے بہتر اور میری امت کے تہتر ہوجائیں گے:

كُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً.

''ان میں سے ہر ایک فرقہ دوزخ میں داخل ہوگا، مگر ایک فرقہ نجات پائے گا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: مَنْ هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟

''اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون سا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ

''جس طریقے پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔''

اَلسُّنَّةُ مَا سَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَالْجَمَاعَةُ مَا اتَّفَقَتْ عَلَیْهِ جَمَاعَةُ الصَّحَابَةِ.

''سنت وہ ہے، جسے اللہ کے رسول ﷺ نے سنت قرار دیا ہو اور جماعت وہ ہے جس پر صحابہ کا اتفاق ہو۔''

یہ گروہ اہل سنت والجماعت، یعنی اہل حدیث ہے۔ لَا اِسْمَ لَهُمْ اِلَّا اِسْمٌ وَّاحِدٌ

وَھِیَ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ ''ان کا نام صرف ایک ہی نام ہے اور وہ ہے اہل حدیث۔''

سوال کیا گیا: مَا اَمَارَۃُ اَھْلِ الْبِدَعِ؟ ''بدعتیوں کی نشانی کیا ہے؟''

تو جواب میں پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: اَلْوَقِیْعَۃُ فِیْ اَھْلِ الْاَثَرِ [1]

''اہل حدیث کو برا جاننا۔''

یہ عبارت پیر صاحب نے العقیدۃ الصابونیۃ سے نقل کی ہے اور وہ تفسیر جامع البیان کے حاشیے پر مذکور ہے۔ [2]

احمد بن حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے:

قلت فی مجلس أحمد بن حنبل [3] اس جگہ ایک آدمی نے بیان کیا کہ مکہ معظّمہ میں ایک شخص بنام فتیلہ آیا ہے، وھو یزعم أھل الحدیث قوم سوء

''اور وہ اہل حدیث قوم کو برا خیال کرتا ہے۔''

فجعل أحمد بن حنبل ینفض ثوبه، وقال: زندیق، زندیق، زندیق [4] ''چنانچہ احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) اپنے کپڑوں کو جھاڑنے لگے اور (شدید غصے کی حالت میں) کہنے لگے وہ (فتیلہ) زندیق ہے، زندیق ہے، زندیق ہے۔''

یاد رہے کہ زندیق اس کو کہتے ہیں جو در پردہ کافر ہو اور ظاہری طور پر مسلمان منافق ہو۔ گویا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اہل حدیث کی غیبت کرنے والے (اور انہیں برا قرار دینے والے) کو تین دفعہ زندیق قرار دیا ہے۔

---

[1] حدیث کے لیے الاثر کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے، اسی لیے اہل الحدیث کو اہل الاثر بھی کہا جاتا ہے، اسی نسبت سے اہل حدیث 'اثری' بھی کہلواتے ہیں۔ (ا۔ح)

[2] جامع البیان، ص: ۳۰۸۔

[3] میں نے امام احمد بن حنبل کی مجلس میں کہا۔

[4] عقیدۃ السلف أصحاب الحدیث للصابونی ص : ۳۵

جماعت اہل حدیث کا تاریخی استحکام

جماعت اہل حدیث بفضل ایزدی قیامت تک زندہ و پائندہ وتابندہ رہے گی۔ چنانچہ فرمانِ مصطفی ﷺ صحاح ستہ ودیگر کتب احادیث میں اظہر من الشمس ہے:

لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ [1]

''میری اُمت میں سے ایک جماعت قیامت تک ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، اس کے مخالفین اس کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔''

بعض روایات میں منصورین کا لفظ بھی آیا ہے۔

قال ابن المدینی هم أصحاب الحدیث (مشکوٰۃ، جلد دوم، آخری حصہ)

''ابن مدینی رحمہ اللہ (جو امام بخاری رحمہ اللہ کے معروف ومشہور استاذ ہیں) نے کہا کہ وہ جماعت اہل حدیث ہے۔'' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان لم یکونوا أهل الحدیث فلا أدری من هم [2]

''وہ (منصورین) اہل حدیث نہیں تو میں نہیں جانتا کہ پھر اور کون (منصورین) ہوں گے؟''

علی بن مدینی اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ دونوں یزید بن ہارون رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور ان کا بھی یہی قول ہے۔ علی بن مدینی اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے مذکورہ بالا قول سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی دونوں اہل حدیث تھے اور یہ دونوں حضرات تیسری صدی کے اندر اندر گزر چکے تھے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے شرف أصحاب الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا، اس نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کی امت

---

[1] سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۱۹۲) سنن ابن ماجة، رقم الحدیث (۱۰) نیز دیکھیں: صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۱)، صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۳۷)

[2] معرفة علوم الحدیث (ص ۵۰).

میں سے کون سا گروہ آپ کو سب سے زیادہ پسند اور پیارا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گروہ جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہے۔ اس نے پھر پوچھا: وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اہل حدیث ہیں۔ کیونکہ ہر حدیث کے شروع میں ایک درود ہوتا ہے جیسے سمعت رسول اللہ، عن النبی اور قال رسول اللہ وغیرہ وغیرہ۔ جس قدر اہل حدیث نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں، کوئی دیگر گروہ اتنی کثرت کے ساتھ درود نہیں پڑھتا۔ پھر استاد شاگرد میں جب مناظرہ ہوتا ہے تو استاد کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یوں فرمایا، شاگرد کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح فرمایا۔ گویا بصورتِ مناظرہ بھی استاد شاگرد کی زبان میں درود ہی جاری وساری رہتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجة الله البالغة میں نقل کیا ہے:

امام أهل الرأى نعمان بن ثابت أبوحنيفة الكوفى، وائمة أهل الحديث مالك بن أنس ومحمد بن ادريس الشافعى واحمد بن حنبل الشيبانى وعبد الله بن مبارك وعبدالرحمن بن مهدى وغيرهم لا تعد ولا تحصٰى

”نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رحمہ اللہ الکوفی اہل الرائے کے امام تھے اور مالک بن انس، محمد ادریس الشافعی، احمد بن حنبل الشیبانی، عبد اللہ بن مبارک، عبد الرحمن بن مہدی رحمہم اللہ یہ تمام کے تمام اہل حدیث امام گزرے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی اتنے ائمہ اہل حدیث گزرے ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ﴿ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ﴾(بنی اسراء یل: ۱۷/ ۷۱) آیت کے تحت لکھا ہے:

هٰذا فخر لأهل الحديث لأن امامهم النبى ﷺ [1]

”یہ اہل حدیث ہی کے لیے فخر ہے کہ ان کے امام نبی ﷺ ہیں۔“[2]

[1] تفسير ابن كثير (۷۳/۳).

[2] اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ 'امام' سے مراد نامہ اعمال ہے جیسا کہ آیت میں صراحت ہے۔ دوسری تفسیر کے تناظر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا ارشاد ہے۔ (ا۔ح)

تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے عامر شعبی رحمہ اللہ کا ترجمہ نقل کیا ہے، یہ (عامر) تابعی ہے۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شاگرد ہے۔ وہ (عامر شعبی) کہنے لگے کہ میں وہ مسئلہ بیان کروں گا جس پر تمام اہل حدیث کا اتفاق ہے۔ [1]

اس کی تائید ''عین الہدایہ'' کی عبارت سے بھی ہوتی ہے:

''اہل حدیث، اہل سنت والجماعت ہیں اور ان کی اقتدا حنفی کو جائز ہے، اس پر اجماع ہے۔'' [2]

مسلک اہل حدیث

مسند دارمی میں میمون بن مہران سے حدیث مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر سرفراز ہوئے تو ان کے پیش کوئی مسئلہ آتا تو:

نظر فی کتاب اللہ، فان لم یجد فی کتاب اللہ ففی سنة رسول اللہ ﷺ، فان لم یجد فی سنة رسول اللہ ﷺ جمع المهاجرین والانصار وقال هل فیکم من یحفظ علینا فی هذه المسالة سنة رسول اللہ ﷺ؟

''اللہ تعالیٰ کی کتاب کو دیکھتے۔ اگر قرآن پاک میں اس مسئلے کا حل نہ ملتا تو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت (حدیث) میں تلاش کرتے اور اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی مسئلے کا حل نہ پاتے تو پھر تمام مہاجرین و انصار کو اکٹھا کرتے اور فرماتے کہ اے مہاجرین و انصار کی جماعت! کیا تم میں سے کوئی اس مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کی محافظت کرتا ہے؟''

اگر کوئی آدمی بیان کر دیتا تو جواب فرماتے:

[1] تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۷۹)

[2] عین الهدایة، ترجمه هدایة، ص : ۵۲۵، مطبع نولکشور.

الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ سنۃ رسول اللہ ﷺ [1] اور اسی پر فیصلہ صادر فرماتے۔ یہی مسلک خلفائے راشدین کا تھا۔

موطا امام مالک میں حدیث موجود ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شام کا علاقہ فتح نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ راستے میں پتا چلا کہ وہاں طاعون زور سے جاری ہے۔ یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے؟ اسی اثنا میں تھے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہنے لگے:

سَمِعت رسول اللہ ﷺ یقول: اِنَّ طَاعُوْنَ اِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ فِيْهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ اِذَا وَقَعَ وَلَسْتُمْ فِيْهَا فَلَاتَقْدَمُوْا اِلَيْهَا. [2]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک جب طاعون پھیل جائے اور تم وہاں ہو تو اس سے ڈرتے ہوئے ہرگز باہر (کسی دوسری جگہ وغیرہ) نہ جاؤ اور جب یہ طاعون کی بیماری واقع ہو جائے اور تم وہاں نہ ہو تو تم اس علاقے کی طرف پیش قدمی مت کرو۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ حدیث سن کر واپس ہو چلے تو کسی نے کہا:

أَفَرَرْتُمْ مِنْ قَدْرِ اللّٰهِ؟ قَالَ: فَرَرْنَا مِنْ قَدْرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدْرِ اللّٰهِ.

''کیا تم اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہو؟ تو جواب میں فرمایا کہ ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔''

گویا تقدیر کا مسئلہ بھی حل کر دیا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی جب کبھی مسئلہ درپیش آتا تو قرآن کے بعد حدیث نبوی مل جاتی تو اس پر

[1] تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم میں ان اشخاص کو باقی رکھا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کی محافظت کرتے ہیں۔ (سنن الدارمی (٦٩/١) (ا۔ح)

[2] موطا الامام مالک (٨٩٤/٢)

عمل کرتے۔

علاوہ ازیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مصر کے قاضی شریح کو لکھتے ہیں:

اذا جاءك أمر فانظر فى كتاب الله، فان لم تجد فى كتاب الله ففى سنة رسول الله ﷺ وان لم تجد فى سنة رسول الله ﷺ فاجتهد برأيك...... [1]

''(اے شریح!) اگر تمہارے پاس کوئی مسئلہ پیش آئے تو اس کو حل کرنے کے لیے قرآن پاک کے قوانین وضوابط کو مقدم سمجھو۔ اگر قرآن پاک سے مسئلہ حل نہ ہوسکتا تو سنت رسول ﷺ کو سامنے رکھو۔ اگر اس سے بھی مسئلہ نہ ملے تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرو، مگر میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم خود اجتہاد نہ کرنا، کسی سابقہ صحابی کا اجتہاد لے کر استعمال کیا کرنا۔''

یہی مسلک اہل سنت والجماعت اہل حدیث کا ہے۔ الحاصل کتاب وسنت کے مقابلے میں کسی شخص کا اجتہاد ہرگز نہیں چل سکتا۔ کتاب وسنت میں اگر اصلی مسئلہ نہ ملے تو پھر اجتہاد کی اجازت ہے۔ ہم اہل سنت کسی غیر معین مجتہد کا اجتہاد لے کر استعمال کر لیتے ہیں، جو اجتہاد اقرب الی الشریعت ہو۔ فافهم.

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن میں بھیجنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا جَاءَ كَ اَمْرٌ بِمَاذَا تَقْضِیْ؟ قَالَ: اَقْضِیْ بِكِتَابِ اللهِ، قَالَ: فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیْ كِتَابِ اللهِ؟ قَالَ: فَفِیْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِی سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: فَاَجْتَهِدُ بِرَأْیِیْ...... [2]

---

[1] سنن الدارمی (٧١/١)

[2] سنن ابی داود، رقم الحدیث (٣٥٩٢) اس کی سند میں بعض مجہول راوی ہیں، اس لیے یہ ⇦⇦

''اے معاذ رضی اللہ عنہ! جب تمہارے پاس کوئی کام آئے تو تم کس چیز کے ساتھ فیصلہ کرو گے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کی کتاب قرآن پاک سے فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ تو پھر تم کیا کرو گے؟ عرض کی: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تلاش کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہ پاؤ، پھر؟ عرض کی: اس صورت میں میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے اپنے رسول کے نمائندے (معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) کو اس کی توفیق بخشی۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے اجتہادات کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مقابلے میں کبھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ جب قرآن اور حدیث سے کوئی مسئلہ نہ مل سکے تو واقعی اجتہاد کیا جا سکتا ہے، جس کے صحیح یا غلط ہونے کا احتمال ہے، لیکن جہاں کسی بزرگ کو کوئی مسئلہ نہ پہنچا ہو اور انھوں نے اجتہاد کر لیا ہو اور بعد میں حدیث مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مل جائے اور اجتہاد اس کے خلاف ہو تو امام کو بھی اس سے رجوع کرنا لازم ہے اور عوام کو بھی اسے چھوڑ کر ارشاد نبوی پر عمل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ فافھم۔ [1]

⇦⇦ روایت ضعیف ہے۔

اس حدیث میں فان لم تجد سے معلوم ہوا کہ یہ تو ہوسکتا ہے کہ کسی شخص کو کسی مسئلے کا کتاب وسنت سے حل نہ ملے مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شرعی مسئلہ ایسا ہو جس کا کتاب وسنت میں حل ہی موجود نہ ہو۔ یہ ناممکن ہے۔ یہ دین چونکہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے اس میں قیامت تک کے مسائل کا حل موجود ہے دیکھیے فتاویٰ افکار اسلامی۔ (ا۔ح)

[1] دیکھیے: مجموعہ رسائل، ص: ۵۸۹ ۔ ۵۹۳، دار ابی الطیب، حمید کالونی، گوجرانوالہ، ط:۱، مارچ 1915ء۔

مؤلف کی تحریری کاوشیں

۱: احسن الجدال بجواب راہ اعتدال
۲: رفع الشکوک والاوہام بجواب ۱۲ مسائل ۲۰ لاکھ انعام
۳: دل (قلب کی ماہیت)
۴: عورت اور اسلام
۵: پیارے نبی ﷺ کی پانچ پیاری نصیحتیں
۶: یا ایھا الذین اٰمنوا کی تفسیر
۷: مقاصد وتراجم ابواب بخاری (زیر طبع)
۸: نکات قرآن (۲ جلدیں۔ایک ہزار صفحات) (زیر طبع)
۹۔ تقلید کی شرعی حیثیت
۱۰۔ منکرین حدیث کی مغالطہ انگیزیوں کے علمی جوابات
۱۱۔ گناہوں کی معافی کے دس اسباب
۱۲۔ اللہ تعالٰی کی دس تاکیدی نصیحتیں
۱۳۔ سورۃ الاخلاص کا پیغامِ توحید
۱۴۔ آیت الکرسی اور عظمت الٰہی
۱۵۔ دعوت قرآن وحدیث (مختصر تاریخ اہل حدیث)